THE
SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

Monday, February 17, 2014
(101st Session)
Volume II, No.10
(Nos.01-10)

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad.

Volume-II No.10

SP.II(10)/2014 15

CONTENTS

		Pages
1.	Recitation from the Holy Quran …………………………………	1
2.	Leave of Absence ………………………………………………..	2
3.	Fateha …………………………………………………………	3
4.	Point of Order Raised by Senator Saeeda Iqbal regarding security of the Chairman, Senate of Pakistan …………………...	4
5.	Ruling of the Acting Chairman: On the Security of the Chairman, Senate ………………………………………………..	4
6.	Points of Order Raised by Senator Malik Muhammad Rafique Rajwana Regarding dilapidated condition of Parliament Lodges..	6
	Participated by:	
	• Senator Haji Muhammad Adeel ……………………….	7
	• Senator Abdul Haseeb Khan …………………………...	10
7.	Point of Order Raised by Senator Muhammad Zahid Khan Regarding Derogatory Remarks by Chairman, PTI Against Senators …………………………………………………………	8
	Participated by:	
	• Senator Abdul Nabi Bangash ………………………….	9
	• Senator Abdul Rauf ……………………………………	11
	• Senator Saleem Mandviwalla ………………………….	12
	• Senator Karim Ahmed Khawaja …………………….….	12
	• Senator Malik Muhammad Rafique Rajwana …..……..	13
	• Senator Saeed Ghani ……………………………..…….	15
	• Senator Kalsoom Parveen ……………………………...	17
	• Senator Haji Muhammad Adeel ……………………….	19
	• Senator Nasreen Jalil …………...……………………...	20
	• Senator Kamil Ali Agha ……………………………….	21
	• Senator Heman Das ……………………………………	22
	• Senator Saeeda Iqbal ………………………………....	23
	• Senator Saeed-ul-Hassan Mandokhail …………………	24
8.	Statement of the Minister on Walkout of the Journalists from the House………………………………………………………….	25
	Participated by Senator Nasreen Jalil …….…………………...	26
9.	Observation by the Leader of the House on Privilege Motion ….	27
10.	Point of Order raised by Senator Nasreen Jalil: No go Areas in Karachi………………………………………………………..	28
11.	Commenced Motion Under Rule 218: Further Discussion on the Privatization Policy of the Government………………………….	30
	Participated by:	
	• Senator Shahi Syed …………………………………….	30
	• Senator Muhammad Mohsin Khan Leghari …………...	33
	• Senator Mushahid Ullah Khan ………………………...	37

12.	Motion under Rule 218 moved by Senator Karim Ahmed Khawaja: Increasing incidents of Cyber Crimes in the Country...	46
13.	Motion under Rule 218 moved by Senator Muhammad Talha Mehmood: Power Shortage in the Country and its subsequent effects on the economy ………………………………………....	46
14.	Prorogation Order ………………….……………………….………...	47

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Monday, February 17, 2014

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at forty eight minutes past three in the evening with Mr. Acting Chairman (Mr. Sabir Ali Baloch) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٤٢﴾ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ
اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿٤٣﴾ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ
تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٤٤﴾ وَ اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ؕ وَ اِنَّهَا
لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴿٤٥﴾ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَ اَنَّهُمْ اِلَيْهِ
رٰجِعُوْنَ ﴿٤٦﴾

ترجمہ: اور سچ میں جھوٹ نہ ملاؤ اور جان بوجھ کر حق کو نہ چھپاؤ اور نماز قائم کرو اور زکٰوۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ کیا لوگوں کو تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو پھر کیوں نہیں سمجھتے۔ اور صبر کرنے اور نماز پڑھنے سے مدد لیا کرو اور بے شک نماز مشکل ہے مگر ان پر جو عاجزی کرنے والے ہیں۔ جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں ضرور اپنے رب سے ملنا ہے اور ہمیں اس کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔

(سورۃ البقرہ: آیات 42تا46)

Leave of Absence

Mr. Acting Chairman: Leave applications.

سید مظفر حسین شاہ صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 17 and 4 ,3 فروری کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: عبدالحسیب خان صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر 3 تا14 فروری اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس لیے انہوں نے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: جناب حمزہ صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 17 فروری کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: جناب سلیم ایچ مانڈوی والا صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 14 and 13 فروری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے۔ انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: جناب محمد داؤد خان اچکزئی صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر 10 تا 13 فروری اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: جناب محمد کاظم خان صاحب نے مورخہ 17 فروری کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: محترمہ نسرین جلیل صاحبہ ذاتی مصروفیات کی بنا پر 3 تا 10 اور 14 فروری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں۔ ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: جناب احمد حسن صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر آج 17 فروری کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: مفتی عبدالستار صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر 17 فروری کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: جناب عثمان سیف اللہ صاحب نے 17 فروری کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: ڈاکٹر محمد جہانگیر بدر صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر 13 اور 14 فروری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس لیے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

FATEHA

سینیٹر حاجی محمد عدیل: F.C کے جو لوگ شہید ہوئے ہیں۔ ان کے لیے دعا کر لیتے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ دعا کر لیں۔

(فاتحہ خوانی کی گئی)

سینیٹر سعیدہ اقبال: جناب چیئرمین! میرا ایک point of order ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: سعیدہ اقبال صاحبہ! آپ کا point of order بہت ضروری ہے۔

سینیٹر سعیدہ اقبال: جی، بالکل بہت ضروری ہے۔ انتہائی تشویشناک بات ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: اگر انتہائی تشویشناک بات ہے تو بتا دیں۔

Points of Order

Security of the Chairman, Senate of Pakistan

سینیٹر سعیدہ اقبال: جناب چیئرمین! میں اس ہاؤس کی توجہ اور خصوصاً قائد ایوان اور حکومت کی توجہ اس گھمبیر معاملے کی طرف دلاتی ہوں کہ سینیٹ کے چیئرمین اس ہاؤس کے custodian ہیں اور اس ہاؤس کا استحقاق مجروح ہوتا ہے اگر ان کے ساتھ کچھ اس قسم کی بات ہوتی ہے اور یہ دوسری، تیسری مرتبہ ہو رہا ہے کہ ان کی سیکورٹی مسلسل کم کرتے جا رہے ہیں جبکہ ملک کے حالات خراب ہوتے جا رہے ہیں اور وہ شخص جو اس ملک کا Acting President بنتا ہے، وہ order of precedence میں number 3 پر آتا ہے اور جو اس upper House کے custodian ہیں ان کی سیکورٹی جمعے کے دن مزید کم کر دی گئی ہے جبکہ یہ بھی معلوم ہے کہ وہ جس علاقے میں رہتے ہیں وہاں حالات بہت خراب ہیں اور ان کو شہر میں سرکاری طور پر کوئی گھر بھی مہیا نہیں کیا گیا ہے تو بجائے اس کے کہ ان کی سیکورٹی بڑھائی جائے وہ کم کر دی گئی ہے۔ اس پر نہ صرف مجھے بلکہ آپ سب کو تشویش ہونی چاہیے اور یہ ہم سب کا استحقاق ہے کہ آپ اس معاملے کو استحقاق کمیٹی کو بھیج دیں اور اس پر تفصیلی معلومات لی جائیں۔

Ruling of the Acting Chairman: On the Security of the Chairman, Senate

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ نے جو point of order اٹھایا ہے اس کی بڑی importance ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ چیئرمین سینیٹ order of precedence میں he is number-3. آپ Constitution کا Article 9 دیکھیں تو اس میں State کو ذمہ دار قرار دیا گیا ہے کہ وہ ایک عام شہری کی جان و مال کی حفاظت کرے۔ یہ اور بھی بہت ہی زیادہ profile معاملہ ہے۔ میں اس بات پر حیران ہوں کہ ایک شخص چیئرمین سینیٹ جو President کی

غیر موجودگی میں صدر مملکت کا Acting Charge سنبھال لیتا ہے اور بڑے اہم فیصلے کرتا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ President کی سیکورٹی کو کم کر دیا گیا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ ان حالات کے بارے میں وزیر داخلہ کو سمجھنا چاہیے۔ یہ کسی ایک شخص کی بات نہیں ہے۔ یہ اس Chair اور عہدے کی بات ہے۔ ہم سب کو اس عہدے کا خیال رکھنا چاہیے۔ یہ میرے خیال میں کوئی bureaucratic conspiracy لگتی ہے لیکن وزیر داخلہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ bureaucracy کے ان ہتھکنڈوں کو اور ان کے عزائم پر کنٹرول کریں۔ If he is able to control his Ministry اگر اس میں دم ہے۔ میں آپ کے ساتھ اتفاق کرتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وزیر داخلہ کو فوری طور پر اس کا نوٹس لینا چاہیے اور اس کی سیکورٹی کو restore کرنا چاہیے۔ آپ نے کہا ہے کہ بڑی اہمیت کا معاملہ ہے تو اس کو میں Privileges Committee کو بھیج دیتا ہوں۔ جی، Leader of the House آپ مہربانی کریں اس کے بارے میں کچھ بتائیں۔

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق (قائد ایوان): آپ نے ruling دے دی ہے تو اب میں کیا کہہ سکتا ہوں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: Ruling تو دینی تھی اس لیے کہ it is a very sensitive issue اور آپ جانتے ہیں کہ sectarian violence وغیرہ ہو رہی ہے اور دوسری کافی مشکلات ہیں، high profile case ہیں، I was bound to sent to the Privileges Committee. اب اگر آپ اس پر کوئی روشنی ڈالیں اور please کوئی assurance دے دیں۔

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: روشنی ڈالنا تو اب سورج کو چراغ دکھانے والی بات ہے۔ وہ تو آپ پہلے کر چکے ہیں۔ جناب چیئرمین! بہت سے ایسے معاملات ہوتے ہیں جن کے کمیٹی میں جانے سے بعض اوقات delay ہوتی ہے۔ اس سے پہلے بھی اس کو درست کیا جا سکتا ہے، improve کیا جا سکتا ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: راجہ صاحب دیکھیں، بات یہ ہے کہ میں نے اس کو کمیٹی میں بھیجنے سے پہلے وزیر داخلہ سے کہا ہے کہ آپ اس کو دیکھیں اور ان کی security کو restore کریں۔

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: جب آپ نے پہلے ہی کہہ دیا ہے تو پھر یہ باتیں ہاؤس میں discuss کیسے ہوں گی؟ اگر آپ نے پہلے کہہ دیا ہے تو پھر اس میں کیا رہ جاتا ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ کو میری ruling سے اتفاق نہیں ہے۔

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: نہیں اتفاق تو ہے لیکن یہ بات کہ جج صاحب فیصلہ سنائیں پھر کہیں کہ بحث اب ہو گی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: نہیں اس طرح نہیں ہے، جب جج کو پتا ہے کہ اس کو کہاں جانا ہے، کیا کرنا ہے۔ راجہ صاحب! میں نے رولنگ دی ہے اگر آپ on behalf of the Minister of Interior کوئی assurance دینا چاہتے ہیں۔

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: آپ نے اگر ruling دے دی ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ، رجوانہ صاحب۔

Dilapidated condition of Parliament Lodges

سینیٹر ملک محمد رفیق رجوانہ: جناب والا! یہ بڑا اہم مسئلہ ہے، سب ممبران میری آواز میں آواز ملائیں گے، یہ جو پارلیمنٹ لاجز کی حالت ہے، اس پر میری یہ گزارش ہو گی کہ ہمیں کسی کچی آبادی میں کوئی کوارٹر الاٹ کروا دیں، لوگوں کی نظر میں یہ بڑے بڑے محلات ہیں، مجھے یہ لگتا ہے، جن والا حساب ہے، کسی نے کہا کہ مجھے محل بنوا دیں، جن نے کہا کہ میرے پاس محل ہوتا تو میں تربوز میں رہتا، دنیا سمجھتی ہے کہ ہم پارلیمنٹیرینز ہیں، دنیا سمجھتی ہے کہ ہم بڑی خوبصورت جگہ پر رہ رہے ہیں، وہاں پر پانی کی seepage ہوتی ہے، گندے پانی کا نکاس نہیں ہے، کمروں کے سامنے فلش کا سارا گندہ پانی آتا ہے، گھسا پٹا فرنیچر ہے، منظور نظر افراد کے فرنیچر پچھلے سال بدلے گئے، کوئی پرسان حال نہیں ہے، branded کے نام پر second hand اور third class چیزیں لگائی جاتی ہیں۔ کہہ کہہ کر تھک گئے ہیں، درخواستیں دے دے کر تھک گئے ہیں، پرانا گھسا پٹا فرنیچر، نہ کسی مہمان کو آپ بلا سکتے ہیں، نہ ان کو بٹھا سکتے ہیں یا تو ان کی نیلامی کر دیں ہم اپنا انتظام کر لیں گے۔ اگر نہیں ہو سکتا تو ہاؤس کی کمیٹی بھی ہے، سب کچھ ہے۔

دوسری بات یہ بھی ہے کہ نئے لاجز بن رہے ہیں بعض اوقات ہمیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ ہم پارلیمنٹیرینز ہیں تو سہی لیکن یہ نیشنل اسمبلی کے لاجز ہیں، سینیٹ کے لاجز تو محسوس ہی نہیں ہوتے، ہمیں sense of deprivation ہے، احساس محرومی ہے، میں آپ سے گزارش کروں گا، مودبانہ گزارش کروں گا کہ اگر ہم اپنے مسائل حل نہیں کرسکتے تو عوام کے مسائل کیا حل کریں گے۔

جناب چیئرمین: جی حاجی صاحب۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب چیئرمین! آپ کے علم میں ہے کہ گزشتہ کئی سالوں سے مسلسل میں شکایت کررہا ہوں کہ Tom and Jerry کے ساتھ ہم رہ رہے ہیں خدارا ان کا الگ کوئی بندوبست کریں یا ہمارا بندوبست کریں۔ ہم ٹوٹی ہوئی چھتوں پر رہتے ہیں، اوپر بلیاں اور چوہے گھومتے ہیں، بعض اوقات جب ہم اپنا کمرہ کھولتے ہیں تو کچھ چوہے مرے ہوئے ملتے ہیں۔ جناب چیئرمین! چوریاں ہوتی ہیں، میرے کمرے کا تالا کھول کر ائرکنڈیشنر غائب کردیا گیا، mattress غائب کردیے گئے، پنکھے غائب کردیے گئے۔۔۔

جناب قائم مقام چیئرمین: تین سال پرانی باتیں آپ بھولے نہیں ہیں۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب چیئرمین! ابھی تک اس کیس کا پتا ہی نہیں چلا۔ زاہد خان کے کمرے سے لیپ ٹاپ غائب ہوگیا، کشمالہ طارق کے کمرے سے لیپ ٹاپ غائب ہوگیا۔ جناب چیئرمین! گیزر اس زمانے کا لگا ہوا ہے جس زمانے میں بلڈنگ بنی تھی، اب پانی گرم نہیں ہوتا، سردیوں میں ہم ٹھنڈے پانی سے ہاتھ دھوتے ہیں، وضو کرتے ہیں، بددعائیں دیتے ہیں۔ جب بھی ہم کہتے ہیں کہ کام ٹھیک کریں تو کہتے ہیں فنڈ نہیں ہیں۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ وزیروں کے کمروں سے اچھی خاصی ٹائلیں اکھاڑ کر نئی ٹائلیں لگا دی گئی ہیں۔ میں نے ایک سوال بھی دیا ہوا ہے اس کا جواب نہیں آرہا کہ وزراء کے جو کمرے ہیں، وزراء کے رشتے داروں کے کمرے ہیں یا وزراء جن پر مہربان ہیں ان کے کمروں کو تو انہوں نے بڑا اچھا بنا دیا ہے، اب ہماری بدقسمتی ہے کہ ہمارا وزراء سے کوئی ذاتی تعلق نہیں ہے ورنہ خواتین و حضرات جن کا وزراء سے تعلق ہے ان کے کمروں میں زبردست نئی ٹائلیں لگا دی گئی ہیں، دروازے نئے لگا دیئے گئے ہیں، فرنیچر بدل دیا گیا ہے۔ جناب چیئرمین! آپ سے تو ہم نے کئی دفعہ شکایت کی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ایک نئی بلڈنگ ملازمین کے لیے بنی ہے، اس کا سائز آپ کی ٹیبل سے آدھا ہے، تین سیڑھیاں ہیں، ایک طرف خوشنما سیڑھی، دوسری طرف بھی

خوشنما سیڑھی، آخر یہ design کہاں بنا ہے، پاس کس نے کیا ہے؟ اس کی انکوائری ہونی چاہیے۔ میں نے تو تحریک التوا بھی دی ہے لیکن آ نہیں رہی، یہ مذاق کیا گیا ہے کہ اس کمرے میں بمشکل ایک آدمی کھڑا ہو سکتا ہے، باقی سیڑھیاں ہی سیڑھیاں ہیں، لاکھوں روپے سیڑھیوں پر خرچ کر دیئے گئے۔ جناب چیئرمین! کم از کم ملازمین کو ایک آدھ mattress تو دینا چاہیے جہاں پر غریب آدمی سو سکے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ میری بات سنیں، چونکہ ایک بلاک نیا بن گیا ہے، اس میں 110 اپارٹمنٹ ہیں، میں نے last time راجہ صاحب سے بھی کہا تھا، میں نے کہا تھا اور یہ ہاؤس میں discuss ہو چکا ہے، چیئرمین صاحب نے بھی کوئی رولنگ دی تھی، میں نے راجہ صاحب سے عرض کیا کہ یہ جو نیا بلاک ہے، ہمارے 104 سینیٹرز ہیں یہ سینیٹرز کے حوالے کر دیں، ہم اس کو سنبھالیں گے۔ راجہ صاحب مہربانی کر کے یہ وزیر اعظم صاحب سے take up کریں۔ راجہ صاحب کے علم میں یہ بات ہے اور انہوں نے agree بھی کیا ہے۔ جی زاہد خان صاحب۔

Derogatory Remarks by Chairman, PTI Against Senators

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب والا! اس وقت چونکہ سارے ہاؤس کا مسئلہ ہے، جو مسئلہ ڈاکٹر سعیدہ اقبال صاحبہ نے پیش کیا اس کو آپ نے کمیٹی کے سپرد کر دیا، میں اس کو بھی support کرتا ہوں۔ اس دن رضا ربانی صاحب نے یہاں پر بات کی کہ ہمیں جو لیٹرز آئے تھے حکومت نے ان کا جواب نہیں دیا، میرے خیال میں راجہ صاحب اس پر بھی روشنی ڈالیں گے کہ کیا ہوا؟ آج کا جو اہم issue ہے اس پر ہم نے privilege motion جمع کروائی ہے کہ ایک سیاسی پارٹی کے لیڈر کی طرف سے سینیٹ کے لیے جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں اور یہاں تک بات کی گئی کہ انہوں نے کہا کہ یہ جو سینیٹرز ہیں میں ان کو جانتا ہوں، جس ذریعے سے آتے ہیں، انہوں نے کسی پارٹی کا نام نہیں لیا، پورے ہاؤس کا کہا ہے، انہوں نے کہا کہ یہ پیسے دے کر آتے ہیں، یہ اس لیے میرے خلاف بول رہے ہیں کہ امریکہ ان کو ڈالر دے رہا ہے۔ میں نے ایسا سیاستدان تو زندگی میں نہیں دیکھا، کبھی کہتا ہے کہ ہمارے وزیر اعظم صاحب کہتے ہیں چالیس فیصد آپریشن کامیاب ہو گا۔ یہ پتا نہیں کس کی خدمت کر رہا ہے، کل دنیا یہ سوچے گی کہ یہ ایک ایسا ملک ہے جو terrorism پر قابو نہیں پا سکتا، وہ کہیں گے کہ نیوکلیئر ان کے بس میں نہیں ہے، یہ اس پر قابو نہیں پا سکتے یہ ان کے لیے آسان بات ہو جائے گی کہ نیوکلیئر ان کے بس میں نہیں ہے، اٹھا کر لے جاؤ۔ آج اس نے سینیٹ کے متعلق کہا ہے، Upper House

کی اس نے تذلیل کی، وہ کہتے ہیں کہ یہ پیسے کے بغیر نہیں آتے، میرے خیال میں اسے تین سو ملین ڈالر ملے ہیں، اس کو اپنے ڈالر نظر آرہے ہیں۔ سینیٹ میں ایسے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں جو پارٹی ور کر ہیں، ہر پارٹی نے اپنا ایسا بندہ یہاں بھیجا ہوا ہے کہ اس کے پاس پیسے تو دور کی بات ہے کل ہمارے سینیٹرز نے جو اپنے اثاثے ظاہر کئے ان سے ثابت ہوتا ہے کہ سارے سینیٹرز غریب ہیں، حقیقت ہے کہ ایسے سینیٹرز ہیں جن کے پاس گاڑی بھی نہیں ہے۔ یہاں پر ہر کوئی مالدار اور سرمایہ دار نہیں ہے۔ ایک اینکر جو دس لاکھ روپے ماہانہ لیتا ہے وہ کہتا ہے کہ سینیٹر مجھ سے کم ٹیکس دیتا ہے۔ میری عرض ہے کہ ہاؤس اس پر بحث کرے، اس کو admit کرے، اسے privileges committee کے سپرد کیا جائے۔ آج کے نوائے وقت اخبار میں یہ خبر لگی ہے، اس سے پہلے اس نے ٹی وی شو میں کہا تھا، کل اس کو دوبارہ دہرایا گیا ہے۔ کل اگر آپ نے سماء ٹی وی دیکھا ہو تو کل نظامی صاحب کے شو میں اس نے دوبارہ کہہ دیا کہ چھوڑو سینیٹرز کی کیا بات کرتے ہو، ان کا تو مجھے پتا ہے، آپ کو بھی پتا ہے کہ کیسے وہ لوگ آتے ہیں، کیسے وہ بکتے ہیں، کیسے ان کو خریدا جاتا ہے، اس نے ایسا issue اٹھایا ہے جس سے پورے ہاؤس بلکہ پورے پاکستان کا استحقاق مجروح ہوا ہے، کیونکہ یہاں پر چاروں صوبوں کی برابر نمائندگی ہے، یہاں پر ورکرز بیٹھے ہوئے ہیں، ہم کسی ہاؤس کی تذلیل نہیں چاہتے لیکن ہم ہر چیز کو سمجھتے ہیں، جب بھی کوئی بل آتا ہے سینیٹ میں دوبارہ چیک کیا جاتا ہے، یہاں لوگ کام کرتے ہیں، جتنے بھی سینیٹرز ہیں وہ تیار ہو کر آتے ہیں۔ آپ دیکھیں کہ ہمارے وزیر بھی تنگ ہوتے ہیں کہ ہر سوال پر اتنے سپلیمنٹری کر دیئے جاتے ہیں۔ آج اس پر بحث ہونی چاہیے، اسے Privileges Committee کے سپرد کیا جانا چاہیے، اس موشن پر تمام ممبران کو بحث کا موقع ملنا چاہیے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی بنگش صاحب۔

سینیٹر عبدالنبی بنگش: شکریہ جناب چیئرمین! جس طرح ڈاکٹر سعیدہ اقبال صاحبہ نے کہا ہے اور چیئرمین صاحب آپ کی بات کی تائید کرتا ہوں، آپ نے بہت اچھا کیا کہ اس معاملے کو کمیٹی کے سپرد کر دیا۔ راجہ صاحب کا بھی شکریہ کہ انہوں نے بھی اس کی مخالفت نہیں کی۔ دوسری بات یہ ہے کہ جو سینیٹر زاہد خان صاحب اور ہم نے مشترکہ motion move کی ہے، یہ بندہ مولانا عمران خان صاحب سٹھیا گیا ہے، یہ روز نئی باتیں کہہ رہا ہے، ابھی میں پرسوں دیکھ رہا تھا کہ اس نے وہی بات دہرائی کہ میں بالکل ذمہ داری سے کہتا ہوں کہ میں جنرل کیانی سے ملے بغیر APC میں نہیں جاؤں گا۔ جب میں گیا تو میاں نواز شریف صاحب نے یہی 40% والی بات کہی اور اس نے دوبارہ یہ بات کہی کہ میں

اس بات پر قائم ہوں۔ اب جو یہ بات کہہ رہے ہیں، تمام سینیٹرز کے خلاف بات کر رہے ہیں، کیونکہ ان کی اس وقت سینیٹ میں نمائندگی نہیں ہے لیکن پورے سینیٹ کے متعلق کہنے کا مقصد یہ ہے کہ پورے پاکستان کے Parliamentarians کے متعلق ہے۔ سینیٹر صاحبان یہاں پر پورے ملک کی representation کرتے ہیں۔ اگر ان کے یہ الفاظ ہیں، یہ ڈالروں کی بات وہ لوگ کرتے ہیں جو خود بکتے ہیں، جو خود کسی نہ کسی طریقے سے پیسے بٹورتے ہیں، کبھی شوکت خانم کے ذریعے اور پھر وہ آپس میں کروڑوں روپے بانٹ لیتے ہیں۔ آپ کو بھی پتا ہوگا جو پچھلے دنوں امریکہ میں دوملین ڈالر اکٹھے ہوئے ہیں اور اس پر ان کا آپس میں جھگڑا بھی چل رہا ہے۔ یہ ہاتھی کے دانت ہیں جو کھانے کے اور دکھانے کے اور ہیں۔ اس کا life style and living standard آپ دیکھیں، اس کا brought up کہاں ہوا، اس کے بیوی اور بچے اس وقت کہاں ہیں اور یہ ہمیں کیا دکھانا چاہ رہے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: بنگش صاحب! پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ یہاں پر موجود نہیں ہیں، اس کا جواب دینے والا کوئی نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ رکن قومی اسمبلی ہیں۔ آپ نے اپنا displeasure show کر دیا ہے۔

سینیٹر عبدالنبی بنگش: ٹھیک ہے۔ اگر وہ یہاں موجود نہیں ہیں تو کیا اس TV talk show میں کوئی سینیٹر موجود تھا جب اس نے بات کی تھی؟ اس کو کس نے حق دیا تھا یہ بات کرنے کا۔ میں یہی کہہ رہا ہوں کہ آپ مہربانی کرکے اس motion کو admit کریں تاکہ پورا ہاؤس اس پر بحث کرے اور اپنی رائے دے۔ آپ اس کو Privileges Committee میں بھیجیں۔ بڑی مہربانی ہو گی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: دیکھیں! وہ رکن قومی اسمبلی ہیں اور ہمارے لیے بڑا مشکل ہے کہ ہم اس کے متعلق یہاں پر کوئی ruling دے دیں۔ میں سیکرٹری سینیٹ جناب امجد صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ سیکرٹری قومی اسمبلی کو لکھیں اور آپ کے sentiments سے ان کو آگاہ کریں۔ شاید وہ اپنے کیے پر خود کچھ محسوس کریں، apologize کریں یا کچھ اور ہو تو بہتر ہوگا۔ جی حسیب صاحب۔

سینیٹر عبدالحسیب خان: جناب والا! رحوانہ صاحب نے جو بات کی ہے وہ بالکل درست ہے۔ میں نے پارلیمنٹ لاجز میں اپنے کمرے میں 7.5 KVA کا UPS لگایا ہوا تھا، وہ کوئی چرا کر لے

گیا۔ بات یہ ہے کہ وہاں پر دو نقصانات ہوئے ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ اس نے میرا نیا KVA 7.5 کا UPS چرا لیا۔ دوسری بات یہ ہوئی ہے کہ اگر پارلیمنٹیرین کے گھر چوری ہو جاتی ہے تو جو پولیس والے وہاں ہوتے ہیں وہ کیا سوچیں گے کہ ہم اس قابل بھی نہیں ہیں کہ اپنی چیزوں کی حفاظت کر سکیں تو قوم کی کیا حفاظت کریں گے۔ میں نے اس سلسلے میں DSP کو بلایا، DSP آیا، inquiry ہوئی لیکن کچھ نہیں پتا چلا کہ اتنا بڑا UPS وہ کیسے لے کر چلے گئے کیونکہ وہ UPS کوئی چھوٹا نہیں ہوتا کہ جیب میں ڈال کر چلے جائیں۔ جناب چیئرمین! بات یہ ہے کہ کوئی انتظام کیجیئے کہ وہاں سے چیزیں باہر جاتی ہیں تو کوئی اور چیز چوری ہو کر نہ چلی جائے۔ اس پر مہربانی فرما کر آپ اپنی ruling دیجیے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی آپ کے Parliament Lodges کی Committee کی meeting بلا کر اس مسئلے کو وہاں حل کرتے ہیں۔ وہاں پر CDA کے چیئرمین کو بلائیں، Commissioner کو بلائیں، Police Chief کو بلائیں اور پھر وہاں پر discuss کر لیں۔ جی عبدالرؤف صاحب۔

سینیٹر عبدالرؤف: شکریہ، جناب چیئرمین! اس موشن پر جس پر میرے بھی دستخط ہیں، میں دو منٹ کے لیے بولنا چاہوں گا کہ عمران خان کے بیان سے ایوان بالا کا مجموعی طور پر وقار مجروح ہوا ہے اور ہمیں سمجھ نہیں آرہی ہے کہ پچھلے کئی دنوں سے مختلف بیانات آرہے ہیں اور ہر بیان جلتی پر تیل کا کام کر رہا ہے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہاں پر ایسے سینیٹر صاحبان ہیں بشمول ہماری پارٹی کے، اگر میں یہ کہوں کہ ہم سینیٹر منتخب ہوئے ہیں، آپ یقین مانیے کہ وہاں پر وہ پانچ یا دس ہزار روپے جو فیس ہے، وہ جن دوستوں نے جمع کرائی ہے، ان کا ہمیں پتا نہیں ہے۔ میں اپنی کیا بات کروں، یہ اچھا نہیں لگتا، ہمارے بچے تک آج بھی پیدل آتے جاتے ہیں، موٹرسائیکل اور گاڑی تو دور کی بات ہے۔ ہم پیدل آنے جانے والے سیاسی کارکن ہیں۔ اگر یہاں پر تمام سینیٹر صاحبان کے بارے میں بیک جنبش قلم یہ کہا جائے کہ یہ بکاؤ مال ہیں اور ہمیں پتا ہے کہ پیسوں سے آتے ہیں تو یہ غلط ہے۔ لہٰذا ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اپنا چہرہ آئینے میں دیکھتے ہیں لیکن وہ جن خیالات کا اظہار کر رہے ہیں، پہلے ان کو اپنا چہرہ آئینے میں دیکھنا چاہیے۔ جناب چیئرمین! ان باتوں پر آپ نے جو حوالہ دیا ہے، اس کے باوجود ہم یہ کہنا چاہیں گے کہ کم از کم اس بیان پر تو اس معزز ایوان میں debate ہونی چاہیے تا کہ کم از کم ایک مشترکہ پیغام ان تمام لوگوں تک پہنچ سکے۔

اسی کے ساتھ دوسری بات جو آج چیئرمین کی security کے حوالے سے آئی ہے، بہتر ہوتا کہ اس پر پہلے راجہ صاحب اپنے خیالات کا اظہار کرتے۔ بہرحال اس کے باوجود ہم یہ کہیں گے کہ کم از کم اس معزز ایوان کے، معزز چیئرمین کی security کا مکمل طور پر بندوبست ہونا چاہیے۔ ایک اور بات جو پچھلے دنوں یہاں پر ہوئی ہے، ہمارے معزز سینیٹر زاہد خان صاحب اور رضا ربانی صاحب کی security کے حوالے سے ہوئی ہے یعنی جو ان کو دھمکی آمیز خطوط ملے تھے۔ اس بات کو سنجیدہ لینا چاہیے تاکہ ہمارے معزز اراکین ایک بہترین ماحول میں اپنے کام کو جاری رکھ سکیں۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی سلیم مانڈوی والا۔

Senator Saleem Mandviwalla: Sir, I am really disturbed that a person like Imran Khan would make such statements about Senators and Parliamentarians.

I read another statement which is very جب میں آج صبح جہاز میں آ رہا تھا، interesting which was made by Imran Khan. I don't know whether he is misquoted in the newspaper or he has actually said it but it surprised me. It says that Mr. Imran Khan would like Talibans to investigate the killings of FC and police officials in Pakistan. I don't know that he can actually say this where Taliban have claimed responsibility of killing those people and he is asking the same Talibans to investigate who killed them. I mean if this is not misquoted here then I think Imran Khan *sahib* has to find out either there is something wrong with him that he is making such statements or he is saying such things like all Senators are giving money and coming to the House or Taliban should investigate their own killings which they have made.

جناب قائم مقام چیئرمین: کیا اس پر کوئی اور بولے گا؟ جی کریم خواجہ صاحب۔

سینیٹر کریم احمد خواجہ: جناب چیئرمین! زاہد خان نے جو بات کی ہے کہ عمران خان کی statements آ رہی ہیں مختلف اوقات میں، بہت despaired ہے، بہت مایوسی

والی statement ہے، پاکستان کے لوگوں میں مایوسی پھیلا رہے ہیں۔ آج جب میں جہاز میں آ رہا تھا تو میں نے ایک اردو اخبار میں جنرل کیانی کی statement پڑھی جس میں انہوں نے کہا ہے کہ میں نے کچھ اور بات کی تھی اور عمران خان نے عوام کو کچھ اور بات بتائی ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کبھی وزیر اعظم، میاں نواز شریف صاحب کو کبھی کسی اور کو quote کر رہے ہیں۔ اس سے پاکستانی عوام، Armed Forces اور دنیا میں پاکستان کا status کم ہو رہا ہے۔ انہوں نے Senators کے بارے میں کہا ہے، کل کو ان کے لوگ بھی سینیٹ میں آئیں گے۔ یہ ایک constitutional institution ہے، ان کو یہ پتا نہیں ہے کہ اس ادارے میں لوگ پیسے دے کر نہیں آتے۔ میں خود party worker ہوں، میں نے ایک ٹکا نہیں دیا اور اپنی پارٹی کے ٹکٹ پر سینیٹر بنا ہوں۔ میں ایک psychiatrist ہوں، اس پر زیادہ تبصرہ نہیں کرنا چاہتا مگر ان کو سوچ سمجھ کر بات کرنی چاہیے۔

(مداخلت)

سینیٹر کریم احمد خواجہ: میں یہ اس لیے نہیں کہہ سکتا کہ جب تک اس کو مل کر اس کو check نہ کر لوں، مگر ایک elected member ہو کر اس طرح کی statement دینا قابل مذمت ہے اور ہم اس کی مذمت کرتے ہیں۔ ان کو پاکستان کے عوام، فوج اور پاکستان کی capabilities کے بارے میں سوچ سمجھ کر بات کرنی چاہیے۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: رفیق رجوانہ صاحب۔

سینیٹر ملک محمد رفیق رجوانہ: شکریہ جناب چیئرمین! گزارش ہے کہ westernized democracy کی سیاست کے کچھ نوآموز، نوخیز ستارے پاکستان میں آ گئے ہیں جو دائیں دیکھتے ہیں نہ بائیں اور دھواں دھار تقریروں میں جو بھی راستے میں آئے اس کو bulldoze کر دیتے ہیں۔ یہ انتہائی افسوس ناک بات ہے جو عمران خان صاحب نے پارلیمنٹ کے بارے میں کہی ہے۔ میں قانون کا طالبعلم ہونے کی حیثیت سے rules پڑھ رہا تھا اور ابھی سیکرٹری صاحب سے بھی discuss کیا ہے۔ اس بارے میں تو rules silent ہیں کہ اگر House کا کوئی ممبر ایسی بات کرے تو اس کے خلاف کچھ نہیں ہو سکتا. there is nothing in the rules ابھی مجھے پتا چلا ہے کہ شاید Indian Parliament کی practices ہیں کہ the matter has to be brought to the notice of that House from which that member hails from. دنیا اور

Western countries میں اس privilege کو کیسے لیا جاتا ہے، میرے پاس Canada کا حوالہ
ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ یہ صرف privilege نہیں بلکہ contempt of the House ہے۔ گو
ہمارے پاس یہ طریقہ رائج نہیں ہے، میں اس کو پڑھ دیتا ہوں۔ اس میں ہے “any member of
the House”, he is the member of the National Assembly میں صرف دو
لائنیں پڑھتا ہوں۔ “It is important to distinguish between a “breach of
privilege” and “contempt of Parliament”. Any disregard of or attack
on the rights, powers, functions of the House and its Members,
either by an outside person or body, or by a Member of the
House,” یہ کسی کو اختیار نہیں ہے even he is member of the House, he does
not have any privilege for that کہ وہ ہماری privilege breach کرتا رہے اور وہ اس کا
benefit لے that he is member of that House. “There are, however,
other affronts against the dignity and authority of Parliament which
may not fall within one of the specifically defined privileges. Thus,
the House also claims the right to punish, as a contempt, any
action which,” میں پھر پڑھوں گا “Thus, the House also claims the right to
punish, as a contempt, any action which though not a breach of a
specific privilege, tends obstruct or impede the House in the
performance of its functions; obstructs or impedes any Member or
officer of the House in the discharge of their duties;” اس سے آگے ہے
“Throughout the Commonwealth most procedural authorities hold
that contempt, as opposed to “privileges”, cannot be enumerated or
categorizes….,”. میری گزارش ہے کہ when the law does not say anything,
law immunity اس کو نہیں دیتا کہ if he is the member of any House, he is
at liberty اس کو کھلی چھٹی ہے جو مرضی کہتا رہے۔ اس دن Pakistan Army and
terrorism کے حوالے سے بھی ان کا بیان آیا تھا we take a very strong rather the
strongest exception unanimously سارا ایوان اس بات پر متفق ہے کہ ان کے خلاف یہ

اور ہیں سکتے لے سہارا بھی کا Indian practices آپ۔ جائے بھیجا کو کمیٹی privilege motion مجھے پتا چلا ہے کہ کچھ پرانے چیئرمین صاحبان کی rulings بھی ہیں کہ دوسرے House کے ممبر کے خلاف privilege motion نہیں آسکتا but the question is کہ بہت سی judgments overrule ہو جاتی ہیں، جج بدلتے ہوئے تقاضوں کے مطابق larger bench بنا کر judgment بدل دیتے ہیں کہ حالات بدل گئے ہیں۔ اس لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ it is rule of thumb کہ انگوٹھا لگ گیا ہے اور ہم کچھ نہیں کر سکتے، rulings آگئی ہیں اور Indian Parliament کی practices بھی ہیں۔ Now the question is that in the given circumstances اگر کوئی وہاں بیٹھ کر کہے کہ ہم لوگ بک کر آئے ہیں یا ہم نے پیسے خرچ کیے ہیں تو یہ ہماری، اس ایوان اور عوام کی بھی توہین ہے۔ یہاں contempt کا قانون تو نہیں ہے لیکن Western countries کتنے conscious ہیں کہ he can be punished under the contempt of Parliament also. ہم یہ گزارش کریں گے کہ اس privilege motion کو آگے proceed کیا جائے تا کہ عمران خان صاحب کو پتا چلے اور ان کو سمجھ ہونی چاہیے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ اندر کی باتیں ان کی آپس کی ہیں، یہ چلتی رہتی ہیں۔ کوئی کہتا ہے اتنے ملین ڈالر کھاں گئے، کوئی کہتا ہے اتنے کہاں گئے، یہ ان کا اپنا حساب ہے، وہ دیں۔ اللہ جانے اور ان کی پارٹی جانے۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: سعید غنی صاحب۔

سینیٹر سعید غنی: جناب چیئرمین! بہت شکریہ۔ میری صرف اتنی گزارش ہے----

جناب قائم مقام چیئرمین: اگر عمران خان یہ نہ کہے تو سینیٹ میں کیسے discuss ہو گا؟ اس نے deliberately کہا ہو گا تا کہ آپ لوگ مشتعل ہوں۔

سینیٹر سعید غنی: شکریہ، جناب! میں اتنی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہو سکتا ہے خان صاحب کے پاس کچھ اطلاعات یا شواہد ہوں کہ سینیٹ کے کسی ممبر نے بہت سے پیسے دیے یا خرچ کیے ہیں جس کی بنیاد پر وہ سینیٹر بن گیا ہے۔ اس کا ایک راستہ ہے کہ وہ شواہد وہ Election Commission میں پیش کریں کہ اس ایوان کا فلاں ممبر پیسے دے کر سینیٹر بن گیا ہے لہذا اس کی membership ختم کی جائے۔ وہ قوانین کے تحت اس ممبر کو فارغ کروا سکتے ہیں لیکن یہ کہہ دینا کہ وہاں سارے لوگ ہی ایسے آتے ہیں۔ میں حلف اٹھا کر کہہ سکتا ہوں کہ میں نے تیس ہزار روپے خرچ کیے

ہیں۔ میں نے ٹکٹ کے لیے apply کیا اور پارٹی کو دیے۔ جب میں return file کر رہا تھا تو پریشان تھا کہ اس میں کیا اخراجات لکھوں۔ مجھے وکیل نے کہا کہ آپ نے photo copies کروائی ہیں اور اس دوران traveling پر جو پٹرول کا خرچ وغیرہ ہوا ہے وہ ظاہر کریں۔ میں نے دو، چار ہزار روپے ادھر ادھر سے ملا کر وہ return file کی۔ میں حلفاً، قسماً کہتا ہوں، آپ مجھ سے جس قسم کا حلف لینا چاہیں، لے لیں اور یہاں پر میرے جیسے بہت سے لوگ ہیں جو اتنے ہی پیسے خرچ کر کے سینیٹر بنے ہیں۔ اس لیے اس طرح کی بات کرنا کہ اس ایوان میں ایسے لوگ بیٹھے ہیں جو پتا نہیں کہاں سے پیسے دے کر آجاتے ہیں یا کیسے آجاتے ہیں، میں یہ سمجھتا ہوں کہ عمران خان صاحب نے نہ صرف اس ایوان میں بیٹھے ہوئے تمام ممبران کی توہین کی ہے بلکہ انہوں نے اپنا ظرف دکھایا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ انہوں نے کہیں کھڑے ہو کر تقریر کی تھی اور حلفاً، قسماً قوم کو خطاب کر کے کہا تھا کہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ قوم کے ساتھ کبھی جھوٹ نہیں بولوں گا۔ یہ on record ہے جو انہوں نے ایک بھرے ہوئے عوامی جلسے میں کہا تھا۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ جھوٹ نہیں تہمت ہے اور میرے خیال میں شاید وہ جھوٹ سے بھی بری ہوتی ہے جو یہاں کے لوگوں پر لگائی گئی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ عمران خان صاحب نے کہا تھا کہ عدالتوں کا کردار بڑا شرمناک ہے۔ اس کے بعد ان کو contempt notice issue ہو گیا تھا اور پھر contempt سے جان چھڑانے کے لیے انہوں نے کہا کہ میں نے آپ کو نہیں کہا۔ یہ ایک اور کھلا جھوٹ تھا جو انہوں نے اس ملک کے لوگوں کے سامنے بولا۔ ان کا بنی گالہ میں تین سو کنال سے زیادہ رقبے پر جو عالیشان گھر ہے، اس کے بارے میں کبھی کہتے ہیں کہ میں نے اپنا لندن کا فلیٹ بیچ کر خریدا ہے، کبھی کہتے ہیں کہ یہ gift کیا ہوا ہے، کبھی کہتے ہیں کہ میں نے اپنی بیوی سے ادھار پیسے لیے تھے، لندن کا فلیٹ بیچ کر میں نے ان کو وہ پیسے واپس کر دیے ہیں۔ عمران خان صاحب کی اپنے بنی گالہ کے گھر کے حوالے سے تین، چار مختلف قسم کی statements record پر موجود ہیں۔ وہ پہلے اپنی چیزوں کا جواب دیں۔ وہ جو کچھ قوم کے سامنے بار بار کہتے رہے ہیں اور بار بار اس سے انحراف کرتے رہے ہیں تو اس طرح ان کی اپنی credibility کتنی رہ جاتی ہے؟ اس کے بعد وہ کسی اور پر انگلی اٹھائیں کہ لوگ پیسے دے کر آئے ہیں، انہوں نے votes خریدے ہیں اور غلط طریقے سے سینیٹ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اور اس ملک کے لوگوں نے ان کو عزت دی ہے کہ ان کو اس ملک کا ایک قومی leader بنایا ہے، اس کو votes دیے ہیں، اس کی پارٹی کو قومی اسمبلی میں بھیجا ہے۔ خدا کے لیے اس وزن کو اٹھانے کی

اپنے اندر ہمت پیدا کریں اور ظرف پیدا کریں، اللہ تعالیٰ نے اگر آپ کو کوئی مقام دیا ہے تو اس کو سنبھالیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ کے جو منہ میں آئے، وہ کہتے رہیں اور دوسروں کی عزت اچھالتے رہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ کا شکریہ، آپ نے بڑی نصیحت کی ہے، انشاء اللہ وہ آپ کی نصیحت پر عمل کریں گے۔ جی کلثوم پروین صاحبہ۔

سینیٹر کلثوم پروین: جناب چیئرمین! آپ کا شکریہ۔ جناب! میرے دو points ہیں، ایک زاہد خان صاحب نے point اٹھایا ہے، this is very important point. سیاست کے بھی اصول ہوتے ہیں، ہر چیز ایک اصول اور طریقے سے کی جاتی ہے، اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہو کہ میں بہت بڑا leader ہوں اور میرا جو جی چاہے میں کسی کو کہوں تو میرا خیال ہے کہ اس کو سوچنا چاہیے کہ وہ شیشے کے گھر میں رہ کر پتھر نہ مارے۔ جناب چیئرمین! میں سمجھتی ہوں کہ اس ایوان کی اپنی ایک تعظیم اور تکریم ہے، ہمیں اتنا unconscious نہیں ہونا چاہیے۔ اس نے جو کچھ کہا ہے، اس کو prove کرنا چاہیے، اگر وہ prove نہیں کر سکتا تو پھر یقیناً اس کے خلاف privilege motion بھی move کرنا چاہیے اور contempt بھی لگنا چاہیے، یہ میری رائے ہے۔

جناب چیئرمین! میں نے اس دن بھی آپ سے گزارش کی تھی لیکن آپ نے اجلاس adjourn کر دیا تھا۔ میں نے بلوچستان کے متعلق بات کرنی تھی، خاص طور پر گوادر پورٹ کے متعلق بات کرنا چاہتی ہوں۔ جناب چیئرمین! ہمارے ساحل کے وسائل ہمارے لیے بہت important ہیں، آپ کو پتا ہے کہ اس وقت صرف وہاں پر urea ہی آتی ہے اور اب وزارت خزانہ یہ کر رہی ہے، ECNEC کے ایجنڈے پر top پر رکھا ہے کہ حکومت اس کو subsidized rate پر خود خرید رہی ہے اور پھر private companies کو دے رہی ہے، private companies میں فاطمید، اینگرو اور فوجی فرٹیلائزر کمپنیاں ہیں۔ جناب! اگر ان کمپنیوں کو دے دیا، ایک fertilizer کا cartel بن جائے گا اور دوسری بات یہ ہے کہ ہماری گوادر پورٹ بند ہو جائے گی۔ یہ لوگ کیوں نہیں سمجھتے، یہ ہمارے بچوں کی روزی، روٹی کیوں چھیننا چاہ رہے ہیں۔ یہ کیا سمجھتے ہیں کہ لوگ پہاڑوں پر چلے گئے ہیں تو باقی لوگ بھی یہی عمل کریں اور لوگ آزاد بلوچستان کے نعرے لگائیں، یہ ان چیزوں کو کیوں نہیں سمجھتے کیونکہ یہ چیزیں بہت ضروری ہیں۔ آپ طالبان سے تو مذاکرات کر رہے ہیں، وہاں پر پیش کش کر رہے ہیں لیکن

بلوچستان کے جو حقدار لوگ ہیں، ان سے ان کا ساحل اور ان کے وسائل بھی چھین رہے ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ سراسر زیادتی ہے، میں نے آپ سے کہا ہے، آپ اس کا notice لیں، please آپ بلوچستان کے Senators کی ایک کمیٹی بنائیں تاکہ وہ اس مسئلے کو دیکھ لیں۔ جناب چیئرمین! آپ کا شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ کا شکریہ۔ کلثوم پروین صاحبہ! مجھے اس بات کا پتا ہے، یہ واقعی بڑا important issue ہے اور اس معاملے کا تعلق بلوچستان سے ہے تو ہم بلوچستان کے Senators قومی اسمبلی کے ممبران سے بھی request کریں گے، ایک کمیٹی بنائیں گے، اس مسئلے کو دیکھیں گے اور اس کی report submit کریں گے۔ انشاء اللہ ہم آپس میں بیٹھ کر ایک کمیٹی بنا لیں گے۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: نہیں، اب کمیٹی announce نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ ہمارا out side معاملہ ہے، آپ کا شکریہ۔ میرا مطلب ہے کہ بلوچستان کے Senators کی ایک کمیٹی بنا رہے ہیں۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟

سینیٹر کلثوم پروین: یہ ہمارا ذاتی معاملہ نہیں ہے، یہ پورے بلوچستان کا مسئلہ ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: میں یہی کہہ رہا ہوں کہ اس معاملے کا تعلق بلوچستان سے ہے، اس لیے ہم بلوچستان کے Senators کی ایک کمیٹی بنائیں گے اور وہ کمیٹی ان تمام چیزوں کو دیکھے گی، میں نے کمیٹی کا کہہ دیا ہے۔ میں نے کہا ہے کہ بلوچستان کے جتنے Senators ہیں، ان کی ایک کمیٹی بنائیں گے۔ ہم بلوچستان سے قومی اسمبلی کے ممبران سے بھی request کریں گے، ہماری ایک joint committee ہو گی اور انشاء اللہ ہم اس مسئلے کو حل کرائیں گے۔ آپ کا شکریہ۔

راجہ صاحب! میرا خیال ہے کہ باقی جو pending resolutions یا دوسری چیزیں ہیں، ان کو چھوڑ کر ہم کیوں ناں privatization پر بحث شروع کریں؟

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: کس چیز کو بھیجیں، بنگش صاحب! آپ دیکھیں، کچھ اصول ہوتے ہیں، کوئی طریقہ کار ہوتا ہے کیونکہ وہ MNA ہیں تو ہم نے سیکرٹری صاحب سے کہا ہے he will write the letter to the Secretary of the National Assembly. ہم قائد ایوان

سے بھی پوچھتے ہیں کہ اس سلسلے میں ان کی کیا رائے ہے؟ آپ please تشریف رکھیں، آپ ذرا بیٹھ جائیں۔ جی حاجی عدیل صاحب۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: اس شخص نے جو لایعنی باتیں کی ہیں، وہ repeat نہیں کروں گا کیونکہ وہ اخباروں میں بھی آئی ہیں۔ وہ شخص عدالتوں کو بھی شرمناک کہہ چکا ہے اور عدالتوں نے بھی کڑوا گھونٹ پی لیا ہے تو وہ شخص اس سے زیادہ بھی [xxx]* کر سکتا ہے۔ میں اس کی ایک line پڑھوں گا اور میں پھر آپ کو rules کا حوالہ دوں گا، انہوں نے کہا کہ سینیٹ کے اراکین پیسے کے بل بوتے پر آتے ہیں اور سینیٹ میں کس کا rate ہے، یہ سب کو معلوم ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ان غیر پارلیمانی الفاظ کو حذف کر دیا جائے۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب چیئرمین! آپ فرما رہے ہیں کہ ہمارے یہ rules نہیں ہیں لیکن میں آپ کو دو rules کا حوالہ دیتا ہوں: Question of privilege کا sub rule (v) ہے کہ " speeches or writings reflecting on the House, its committees or members" ایسی کوئی تقریر یا تحریر جو اس ایوان کے لیے اور اس کی committees کے لیے یا اس کے members کے لیے خراب ہو تو وہ آپ کے دائرہ کار میں آتی ہے۔

اس کے بعد آپ کے پاس ایک power ہے، آپ Rule 264 پر آئیں۔ اس میں "residuary powers of the Chairman" کے متعلق لکھا ہے، اس کے آخر میں ہے کہ " as the Chairman may, from time to time, direct" اگر آپ کو اس حوالے سے کوئی rule نظر نہیں آتا کہ وہ پارلیمنٹ کا Member ہے تو جناب! اس نے پارلیمنٹ کے اندر بات نہیں کی، اس نے پارلیمنٹ کے باہر بات کی ہے، اس نے T.V channel پر بات کی ہے، اخبار میں بات کی ہے، اگر وہ پارلیمنٹ میں بات کرتے تو پھر صورت حال بدل جاتی ہے۔ انہوں نے پارلیمنٹ کے باہر بات کی ہے تو میں نے جو دونوں حوالے دیے ہیں، آخری حوالہ آپ کو ان معاملات میں بھی اختیارات دیتا ہے جن کا اس میں ذکر نہیں ہے اور میں نے جو پہلا حوالہ دیا ہے، اگر وہ کمیٹی یا ایوان کے

* *[XXX The words expunged by orders of Mr. Acting Chairman]*

لیے کوئی[xxx] کرتا ہے تو وہ privilege میں آتی ہے۔ آپ برائے مہربانی سیکرٹری صاحب سے رہنمائی لیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: یہ[xxx] کا لفظ حذف کر دیا جائے۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: میں ایک اور تجویز بھی دیتا ہوں کہ میں نے جو پہلا حوالہ دیا ہے، وہ آپ کو اطمینان نہیں دلاتا تو پھر آپ بحیثیت چیئرمین and custodian of this House قومی اسمبلی کے Speaker کو لکھیں کہ وہ یہ مسئلہ وہاں کی Privileges Committee میں داخل کریں اور اس کمیٹی میں ہمارے نمائندے بھی جائیں گے اور ان کو بھی سوال کرنے کا موقع ملے گا۔

جناب قائم مقام چیئرمین: یہ بات بالکل صحیح ہے، ہم سینیٹ کے چیئرمین کی حیثیت سے قومی اسمبلی کے Speaker کو ان غیر ذمہ دارانہ remarks کے متعلق لکھیں گے۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: اب عمران خان پر بہت بات ہو گئی، ہمیں اور بھی کام کرنے ہیں۔ جی نسرین جلیل صاحبہ۔

سینیٹر نسرین جلیل: جناب چیئرمین! عمران خان صاحب نے اس ایوان کے ممبران کے بارے میں جو کلمات ادا کیے ہیں وہ انتہائی تضحیک آمیز ہیں، ان کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ سعید غنی صاحب نے کہا کہ وہ حلفاً کہہ سکتے ہیں، میں آپ کو بتانا چاہوں گی کہ MQM کے کوئی بھی members جو یہاں سینیٹ، نیشنل اسمبلی یا provincial assemblies میں ہیں، ان کے فارم تک پر بھی پیسے خرچ نہیں ہوئے، وہ بھی پارٹی نے خرچ کیے ہیں۔ We support the resolution moved by Senator Zahid Khan. This is a breech of privilege of the House and contempt of the House. اس کا notice لیا جائے۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: کامل علی آغا صاحب۔

سینیٹر کامل علی آغا: جناب چیئرمین! انتہائی افسوسناک اور بڑی شرمناک بات ہے کہ پارلیمنٹ کا ممبر پارلیمنٹ کی تضحیک کرے۔ اس پر کافی بات ہو چکی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس ہاؤس کا تقدس مجروح ہوا ہے۔ اس resolution کو ہر صورت میں Privileges Committee کو بھیجنا چاہیے۔ آپ مزید یہ کریں کہ ایک letter سپیکر قومی اسمبلی کو لکھیں کہ اس پر یہ resolution آیا، اسے ہم نے Privileges Committee کو بھیجا اور اب ہم آپ کو اس کی اطلاع دے رہے ہیں۔ یہ طریقہ کار ہونا چاہیے کیونکہ اگر آپ صرف سپیکر کو بھیجیں گے تو سپیکر بیچارہ کیا کرے گا اور یہ کام جاری رہے گا، آج عمران صاحب نے یہ کیا ہے کل کوئی اور کرے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر کسی کی بات میں کوئی وزن ہو، کوئی حقیقت ہو، کوئی ثبوت ہو تو اس کا طریقہ کار سعید غنی صاحب نے بھی بیان کیا اور رفیق رجوانہ صاحب نے تو بہت ہی مدلل طریقے سے بیان فرما دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ Election Commission authorized ہے، اس کے خلاف وہاں جایا جائے لیکن اس کے علاوہ اگر کوئی اس طرح بات کرے گا اور آپ کوئی notice نہیں لیں گے تو عوام میں پارلیمنٹ کا تقدس مجروح ہو گا۔ برائے مہربانی آپ اس پر notice لیں اور اس resolution کو Privileges Committee کو بھجوا دیں۔ شکریہ۔

(اس موقع پر صحافی حضرات پریس گیلری سے باہر تشریف لے گئے)

جناب قائم مقام چیئرمین: میرے خیال میں عابد شیر علی صاحب کے صحافی حضرات کے ساتھ کافی اچھے تعلقات ہیں۔ عابد شیر علی صاحب اور خواجہ صاحب ذرا تشریف لے جائیں اور ان سے معلوم کریں کہ کیا معاملہ ہے۔ جی روزی خان کاکڑ صاحب۔

سینیٹر روزی خان کاکڑ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ، جناب چیئرمین! عمران خان کے حوالے سے تقریباً تمام ساتھیوں نے بات کی۔ میں زاہد خان صاحب کی resolution اور ان کی تقریر سے متفق ہوں اور میں آپ سے پرزور مطالبہ کرتا ہوں کہ عمران خان کے خلاف action لیا جائے، اگر آج آپ نے عمران خان کے خلاف کوئی action نہیں لیا تو کل ہر کوئی اٹھ کر ایوان بالا کے خلاف اپنی ذہنیت کے مطابق بات کرے گا۔ عمران خان رات کو T.V پر کچھ کہتا ہے اور دن کو کچھ اور کہتا ہے، کبھی عدلیہ کے خلاف بات کرتا ہے، رات کے وقت اندھیرا ہوتا ہے اور جب صبح اسے ہوش آتی ہے تو کہتا ہے کہ مجھے نہیں معلوم کہ " شرمناک " کا لفظ کیا ہوتا ہے اور اس کے معنی کیا ہوتے ہیں۔ پہلے اسے اردو

کے الفاظ مثلاً شرمناک وغیرہ کی تشریح جاننی چاہیے، پہلے انہیں کسی سیاسی سکول میں داخلہ لینا چاہیے تاکہ انہیں پتا چلے کہ سیاستدانوں اور عوام کا کس طرح احترام کرنا چاہیے۔

دوسری بات یہ ہے کہ کلثوم صاحبہ نے جو گوادر پورٹ کے حوالے سے انکشافات کیے، میں ان سے متفق ہوں۔ میں آپ سے request کرتا ہوں کہ بلوچستان کے Senators پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی جائے اور وہ یہ دیکھے کہ گوادر پورٹ کے خلاف کون سازش کر رہا ہے، یہ سازش کیوں کی جارہی ہے اور کون گوادر پورٹ کو ناکام کر رہے ہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ بلوچستان کا جو گوادر موٹروے منصوبہ ہے جو China کے اشتراک سے بن رہا ہے، اس میں NHA کی طرف سے سازش ہو رہی ہے، وہ چاہتے ہیں کہ موٹر وے صرف 25% بلوچستان سے گزر کر جائے۔ میں آپ کے اور اس ہاؤس کے توسط سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ منصوبہ پورے بلوچستان کا منصوبہ ہے، اس سے کم از کم 100% بلوچستان کے لوگوں کو فائدہ ہونا چاہیے، یہ نہیں کہ 75% بلوچستان کو کاٹ کر صرف 25% بلوچستان میں شامل کریں اور اسے کسی اور راستے سے گزاریں۔ ہمارے پختونخوا اور فاٹا کے سینیٹر حضرات بھی اس بات سے متفق ہوں گے کہ یہ منصوبہ اس طریقے سے منظور ہوا ہے کہ گوادر سے قلات اور کوئٹہ سے ہو کر جانا چاہیے، کوئٹہ ہمارا صوبائی دارالحکومت ہے، کم از کم اسے تو touch کرنا چاہیے۔ اس سے دو فائدے ہوں گے، ایک تو اس سے موٹروے کا مقصد حاصل ہوگا اور دوسرے اس پر جو خرچ آئے گا وہ بھی کم ہوگا اور تیسرے جو چیز گوادر سے لیجائی ہوگی وہ کم وقت میں پہنچ جائے گی۔

آخر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس ایوان میں ممبران کے حوالے سے چاروں صوبوں کی برابر نمائندگی ہے اور سینیٹ سیکرٹریٹ میں ملازمین کے حوالے سے بھی نمائندگی برابر ہونی چاہیے، یہ نہ ہو کہ یہاں پر ایک صوبے کی نمائندگی زیادہ ہو اور باقی تین صوبوں کی نمائندگی کم ہو۔ اس حوالے سے بھی آپ ایک کمیٹی بنائیں۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ہیمن داس صاحب۔

سینیٹر ہیمن داس: شکریہ۔ جناب چیئرمین! محترمہ کلثوم پروین صاحبہ نے جو گوادر کے حوالے سے matter اٹھایا ہے، میں اس کی تائید کرتا ہوں۔ موجودہ حکومت کے آنے سے کچھ امیدیں پیدا ہو گئی تھیں اور وہ اس بنا پر پیدا ہوئی تھیں کہ وزیراعظم میاں نواز شریف صاحب ہمیشہ یہ کہتے رہے

کہ جب ہم حکومت میں آئیں گے تو بلوچستان کے ساتھ جتنی بھی نا انصافیاں ہوئی ہیں ان کی ہم تلافی کریں گے۔ اب تلافی ہوتی ہے یا نہیں ہوتی لیکن یہاں فیڈرل گورنمنٹ کے جتنے بھی ادارے ہیں ان میں بلوچستان کے لوگوں کو کوٹے کے حساب سے کوئی نمائندگی نہیں دی جا رہی۔ گوادر پورٹ کے حوالے سے عرض کروں گا کہ ایک heavy budget خرچ کر کے گوادر کو functional کیا گیا اور اگر اسے بند کرنا ہی مقصود تھا تو پھر اسے بنانے کے کیا فوائد ہیں۔ لے دے کر گوادر پورٹ پر کھاد اور یوریا آتی ہے، اس کے علاوہ کچھ نہیں آتا، اب اگر اسے بھی کراچی shift کر دیا گیا تو پھر گوادر کی کیا اہمیت رہ جائے گی۔ میری آپ کے توسط سے راجہ ظفر الحق صاحب سے گزارش ہے کہ اس matter کو seriously لیا جائے۔

عمران خان صاحب کے بارے میں جو motion move ہوئی ہے اس حوالے سے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ میں تمام اراکین سینیٹ سے گزارش کروں گا کہ ان کے بیانات کو serious نہ لیا جائے کیونکہ ہر گھنٹے کے بعد ان کا موقف تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ وہ Prime Ministry بھیک میں مانگتے ہیں کہ اگر مجھے دے دو تو میں امن بحال کر دوں گا، پہلے وہ ڈرون ڈرون کا ہی ذکر کرتے رہتے تھے، خیبر پختونخوا میں کسی کی جیب بھی کٹ جائے تو کہتے تھے کہ یہ ڈرون کی کرامت ہے۔ اب شکر ہے کہ وہ ڈرون حملے بند ہو گئے ہیں۔ یہ ان کی نااہلیت ہے کہ وہ صوبہ خیبر پختونخوا میں حکومت نہیں چلا پا رہے، اس پر پردہ ڈالنے کے لیے وہ ہر روز نئی نئی باتیں کرتے رہتے ہیں۔ میری گزارش ہے کہ گورنمنٹ کچھ اخراجات کر کے ان کا mentally check up کروا دے۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: سعیدہ اقبال صاحبہ۔

سینیٹر سعیدہ اقبال: جناب چیئرمین! آپ نے کہا ہے کہ ہم Privileges Committee میں دوسرے ہاؤس کے ممبر سے متعلق اس motion کو نہیں بھیج سکتے۔ پہلے بھی ہماری یہ روایت رہی ہے اور جب فاروق احمد نائیک صاحب کے زمانے میں ہم نے privilege motion ان کے حق میں move کیا تھا تو وہ privileges کمیٹی میں گیا تھا، اس کا تعلق نیشنل اسمبلی کے ممبر سے ہی تھا اور جب وہاں سے وہ ممبر صاحب نہیں آئے تو مشہدی صاحب نے as Chairman of the Committee اسمبلی کو خط لکھا تھا۔ آپ کے خط کے ساتھ ہی استحقاق کمیٹی کا خط بھی جائے گا تو وہ زیادہ اہمیت اختیار کر جائے گا کہ سینیٹرز کا اس بات پر concern ہے اور انہوں نے اس کو Privilege کے طور پر لیا ہے۔ میری گزارش ہو گی کہ آپ اس بات پر غور کریں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ جی سعید مندوخیل صاحب۔

سینیٹر سعید الحسن مندوخیل: شکریہ۔ جناب چیئرمین! بات عمران خان کی چل رہی ہے۔ عمران خان صاحب ذرا اپنا تو حساب دیں کہ ایک Superintending Engineer کا بیٹا اتنے پیسے کہاں سے لایا؟ وہ پہلے اس کا حساب دیں۔ ہم اتفاق کرتے ہیں کہ سینیٹ والے پیسے دے کر آئے ہیں ۔یہاں پر تمام سینیٹرز بیٹھے ہوئے ہیں میرے خیال میں مجھے تو ایسا کوئی سینیٹر نہیں لگتا جو پیسے دے کر آیا ہو تمام اپنی پارٹیوں کے ذریعے آئے ہیں ۔ایک دو سینیٹرز ایسے ہوں گے جو آزاد حیثیت میں آئے ہیں۔ عمران کا قصور نہیں کیونکہ ان کو تھوڑی سی سیاست سکھانے کی ضرورت ہے کیونکہ وہ ابھی تک immature ہیں۔ ہماری بیویاں تیس تیس سال سے ہمارے ساتھ رہ رہی ہیں وہ کہیں بھی نہیں جا رہی ہیں ،ان کی بیوی چھ ماہ کے بعد ، دو سال کے بعد اس کو چھوڑ کر چلی جاتی ہے۔جہاں بھی اس کا کوئی تعلق رہا ہے وہ اس کو ختم کرتا ہے۔ ابھی نیا نیا سیاست میں آیا ہے ۔ مجھے زاہد خان صاحب بتا رہے تھے کہ شیریں مزاری صاحبہ نے بھی یہی statement دی ہے ۔شیریں مزاری صاحبہ سے ہماری یہ درخواست ہے، وہ ہماری بہن ہیں ، ہم نے کبھی ان کی زلفوں کے بارے میں کچھ نہیں کہا تو ان کو بھی تھوڑی احتیاط کرنی چاہیے۔

Mr. Acting Chairman: Don’t be personal please.

سینیٹر سعید الحسن مندوخیل: نہیں، ہم کچھ نہیں کہتے اور نہ کہا ہے۔ دوسری بات جو کلثوم پروین صاحبہ نے کی ہے کہ انڈیا ایران کی جو چھابار پورٹ سے افغانستان میں بارہ سو کلومیٹر ریلوے ٹریک اور روڈ بنا رہا ہے۔ ہمارے صوبے میں بلوچستان کے اندر پورٹ میں تو ان کو development چاہیے لیکن صوبے کے اندر جو فائدہ پہنچنا ہے وہ کوئٹہ تک نہیں پہنچانا چاہتے۔ میں بھی ان کے ساتھ ہوں اور آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس پر کوئی کمیٹی بنائیں تاکہ وہ اس مسئلے کو دیکھ سکے۔ بہت شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین :شکریہ۔ جی ہمایوں خان صاحب۔

سینیٹر ہمایوں خان: شکریہ۔ جناب چیئرمین! میڈم کلثوم نے گوادر کے حوالے سے جو بات کی ہے being a Balochi میں بھی اس کی حمایت کرتا ہوں یہ بلوچستان کی بات نہیں بلکہ پاکستان کی بات ہے۔ گوادر پاکستان کے لیے نہایت ہی منافع بخش اور فائدہ مند ہوسکتا ہے۔زیادہ فائدہ تو اس وقت ہو گا جب چین کا Gwadar to Kashgar Expressway بن جائے یا ریلوے ٹریک

بن جائے تو اتنا فائدہ ہوسکتا ہے لیکن فی الحال یہ جو یوریا کھاد آرہی تھی اس کو کم از کم گوادر میں ہی اتارا جائے اور وہاں سے ملک کے باقی حصوں میں تقسیم کیا جائے۔دوسری بات جو روزی خان کاکڑ صاحب نے کی کہ جو Gwadar to Kashgar route ہے یہ پہلے ایک بہت اچھا route بنایا گیا تھا جو گوادر سے تربت، آپ کے علاقے سے ہوتا ہوا سوراب اور کوئٹہ پھر ژوب اور ڈی آئی خان اور پھر وہاں سے آگے کاشغر تک تھا، یہ بہت اچھا route تھا جس میں کوئی بڑی پہاڑی بھی نہیں آتی ۔اس کے علاوہ یہ shortest possible route بھی تھا اور اس پر خرچہ بھی کم آنا تھا اور یہ throughout بلوچستان سے گزر رہا ہے یعنی گوادر سے ژوب تک، اس سے بلوچستان جہاں زراعت پہلے ہی نہیں ہے، کارخانے نہیں اور کوئی کاروبار نہیں ہے یہ گوادر کا route جو چین تک ہے اس سے بلوچستان کی قسمت بدل سکتی تھی ۔جہاں پر چین کا outside world کے ساتھ 3.7 trillion کی trade ہے اگر ان کو suit کرتا South Shanghai port سے گوادر زیادہ فائدہ دیتا ہے اگر گوادر کے راستے ہو جائے اور یہ route یہاں سے گزر جائے تو بہت فائدہ ہوسکتا تھا لیکن بد قسمتی سے NHA نے پتا نہیں کس کے کہنے پر اس route کو بدل دیا ہے۔اب اس کا بہت تھوڑا حصہ بلوچستان سے گزر رہا ہے۔ بلوچستان میں تو کوئی اور activity نہیں ہے-----------------

Mr. Acting Chairman: House should be in order. Zahid *Sahib*, Saeeda Iqbal *Sahiba* please.

سینیٹر ہمایوں خان: جو پرانا route انہوں نے بنایا تھا اگر اس کو ہی چلایا جائے تو تمام بلوچ علاقہ بھی cover ہوتا ہے اور پشتون علاقہ بھی ہوتا ہے اور بلوچستان کی قسمت بدل جائے گی۔ میری درخواست ہو گی کہ کوئٹہ ژوب والے route کو maintain کیا جائے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ جی عابد شیر علی صاحب۔آپ کو مبارک ہو کہ آپ نے effort کی اور ان کو منا کر لے آئے۔اسی طرح آپ بجلی کے لیے بھی اور زیادہ کوشش جاری رکھیں۔ جی۔

Statement of the Minister on walkout of the Journalists from the House

چوہدری عابد شیر علی (وزیر مملکت برائے پانی و بجلی): آپ کی بڑی مہربانی ہے کہ آپ نے میرا انتخاب کیا اپنے صحافی بھائیوں کو منانے کے لیے اور میں ان کا بھی مشکور ہوں کہ وہ میری

request پر واپس تشریف لے آئے۔ جناب چیئرمین! آپ نے حکم دیا اور میں گیا اور ان کا کہنا تھا کہ جمعرات کو سینیٹر نسرین جلیل صاحبہ نے سینیٹ کے اجلاس کے بعد ایک پریس کانفرنس کی تو ایک صحافی بھائی رانا ابرار صاحب نے کوئی سوال کیا جس پر محترمہ سیخ پا ہو گئیں۔اس پریس کانفرنس کے ختم ہونے کے بعد رشید گوڈیل صاحب ایم این اے نے رانا ابرار کو کہا کہ اگر تم یہ سوال کراچی میں کرتے تو تمہیں گولی مار دی جاتی جس پر ان کے تحفظات ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑا غیر مناسب رویہ ہے، صحافی بھائیوں کے ساتھ اس طرح کا نامناسب رویہ نہیں ہونا چاہیے کہ ان کو تحفظ دینے کی بجائے ان کو دھمکیاں دی جائیں۔ ٹھیک ہے سوال جواب ہوتے ہیں، جو آپ کے تحفظات ہیں وہ ہونے چاہییں۔ میں آپ سے request کرتا ہوں کہ آپ پریس گیلری کو ensure کریں کہ آئندہ صحافیوں کے ساتھ اس طرح کا غیر مناسب رویہ Parliamentarians کی طرف سے نہیں ہوگا۔ دوسری بات انہوں نے یہ کی کہ قربان بلوچ صاحب ہیں وہ بھی صحافی ہیں۔ پریس میں لکھنے کی پاداش میں دادو میں ان کے خاندان کی victimization کی گئی۔جناب چیئرمین! میں آپ سے request کروں گا کہ دونوں معاملات پر آپ اپنی ruling دیں۔ یہی ان کے تحفظات ہیں ان کو یقین دہانی ہونی چاہیے اور ایسی گفتگو نہیں ہونی چاہیے۔شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: نسرین جلیل صاحبہ تو یہاں تشریف فرما ہیں اور میں نہیں سمجھتا کہ ان جیسی سیاسی اور معتبر خاتون کا ایسا رویہ ہو۔ رشید گوڈیل صاحب ایم این اے ہیں تو آپ ان کو وہاں پکڑلیں۔میں اسی طرف آرہا ہوں۔میں سمجھتا ہوں کہ نسرین جلیل صاحبہ شاید کسی اور پریشانی میں ہوں گی لیکن جہاں تک سینیٹ کا تعلق ہے یہاں کے تمام اراکین کا ہمارے صحافی بھائیوں کے ساتھ ایک اچھا اور مثبت رویہ رہا ہے اور دوستانہ تعلق رہا ہے۔سینیٹ کی طرف سے ان کو اس سے پہلے کبھی کوئی ایسی شکایت نہیں ہوئی اور اگر اس قسم کی کوئی بات ہوئی ہے تو وہ اچھی بات نہیں ہے۔نسرین جلیل صاحبہ! آپ اس پر کچھ کہنا چاہیں گی۔اگر آپ کی طرف سے خدانخواستہ کوئی زیادتی ہوئی ہے then you feel sorry for that. I am sure.جی۔

سینیٹر نسرین جلیل: جناب چیئرمین! میں تو اپنے ملک کے صحافیوں کو سلام پیش کرتی ہوں۔ہمارے ملک کے لیے ان کی جتنی قربانیاں ہیں۔ہم بہت زیادہ مشکلات میں مختلف ادوار میں رہے ہیں صحافی حضرات تھے جنہوں نے بہت ساری چیزوں کو expose کیا اور مجھے افسوس ہے کہ اگر

میرے رویے یا میری کسی بات سے ان کی دل آزاری ہوئی ہے تو میں اس بات کے لیے معافی چاہوں گی۔مجھے نہیں معلوم کہ گوڈیل صاحب سے کیا گفتگو ہوئی لیکن بہرصورت ہم ان سے بھی پوچھیں گے۔مجھے امید ہے کہ صحافی حضرات سمجھتے اور دیکھتے ہیں، کیا میں سیخ پا ہوتی ہوں گی۔ بہرصورت چونکہ کہا گیا ہے لہٰذا میں معذرت کرتی ہوں۔میں ایوان کی توجہ دلانا چاہوں گی ایک مسئلے کی طرف۔وال سٹریٹ جرنل ہے۔۔۔۔۔۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔دیکھیں ایک مسئلہ اٹھا ہے اس کو ختم کر کے اس کے بعد آپ کو وقت دوں گا۔

سینیٹر نسرین جلیل: وہ تو ختم ہو گیا ہے جی۔میں نے معذرت کر لی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی statement سے صحافی بھائیوں کی تسلی ہو گئی ہو گی۔ Please House should be in order. Zafar Ali Shah *Sahib*, Laghari *Sahib* please. جی راجہ صاحب۔

Observation by Leader of the House

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: جناب چیئرمین! جو privilege motion دیا گیا تھا، اس کی کاپی انہوں نے مجھے دی ہے۔

It has been signed by 26 members of the Senate belonging to all the political parties represented in the Senate. I think the issue is important and you should take the sense of the House whether it should go to the Privileges Committee or not. Whatever the House says, we are all bound by that discussion.

Mr. Acting Chairman: Why shouldn't we write a letter to the Speaker first? Let the reply come from there.

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: نہیں نہیں، یہ طریقہ نہیں ہے۔ اس ہاؤس کے بارے میں انہوں نے یہ کہا، آپ اپنی ذمہ داری چھوڑ کر اس دوسرے ہاؤس کو لکھ دیں گے، یہ کیا تک ہوئی، کیا logic ہے۔ انہی سے پوچھیں کہ یہ کیا چاہتے ہیں۔ اس کے بعد جب وہ آئیں گے، صفائی پیش کریں گے یا معذرت کریں یا کچھ بھی کریں تو اس کے بعد وہ کمیٹی فیصلہ کر دے گی۔

Mr. Acting Chairman: Do you unanimously think that it should be sent to the Privileges Committee?

(The motion was carried)

Mr. Acting Chairman: Ok, the matter is sent to the Privileges Committee. Nasreen Jaleel *sahiba* on a point of order.

Point of Order: No go Areas in Karachi.

سینیٹر نسرین جلیل: جناب چیئرمین! میں ایوان کی توجہ ایک اہم معاملے کی جانب دلانا چاہوں گی۔ وال اسٹریٹ جرنل کا ایک آرٹیکل ہے جس میں انکشاف کیا گیا ہے کہ کراچی شہر کے 33 فی صد حصے پر طالبان کا control ہے۔ جناب! جیسا کہ آپ سب کے علم میں ہے کہ کراچی economic hub ہے، ہمارے لیے سب سے زیادہ revenue دینے والا شہر ہے اور پاکستان کا دل ہے۔ اس حوالے سے کراچی کے ساتھ جو کچھ ہورہا ہے، وہ سب کے سامنے ہے۔ حکومت اب تک کسی قسم کی counter-terrorism policy سے عوام کو آگاہ نہیں کرسکی۔ اب تک ہمارے علم میں نہیں ہے کہ کیا مذاکرات ہورہے ہیں، ہوں یا نہ ہوں۔ اس کے علاوہ socio-economic issues ہیں جس طرح کراچی کے چاروں اطراف میں وزیرستان کے لوگ settled ہیں۔ یہ no go areas ہیں جہاں administration نہیں جاسکتی، جہاں بچے ننگے پاؤں ہیں، تعلیم نہیں ہے، صحت کے وسائل نہیں ہیں، پانی main pipes سے لے کر اس کا ٹیکس ادا نہیں کیا جاتا، کنڈے سے بجلی حاصل ہوتی ہے، وہاں انہوں نے اپنے جرگے اور اپنی عدالتیں قائم کی ہوئی ہیں۔ جناب! یہاں لوگ گواہی دیں گے کہ اے۔این۔پی وہاں سب سے زیادہ ان کی موجودگی سے متاثر ہوئی ہے۔ افسوس اس بات کا ہے کہ کراچی میں جس operation کے لیے ایم۔کیو۔ایم نے کہا تھا کہ شروع کیا جائے تاکہ criminals اور terrorists کی بیخ کنی ہوسکے اور ہمارے بچوں کا مستقبل safe ہوسکے، امن و آشتی ہو، اس کی بجائے یہ operation ایم۔کیو۔ایم اور اس کے ہمدردوں کے خلاف ہورہا ہے جبکہ مذہبی انتہا پسند اور دہشت گرد کھلے عام موجود ہیں۔ ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جارہی۔ میرا سوال حکومت سے ہے، وہ بتائے کہ کراچی کو دہشت گردوں، مذہبی انتہا پسندوں سے بچانے کے لیے کیا اقدامات کیے گئے ہیں؟ میرے پاس یہ آرٹیکل موجود ہے، میں چاہوں گی کہ اسے ریکارڈ کا حصہ بنایا جائے۔ شکریہ جنابِ چیئرمین۔

Mr. Acting Chairman: Ok, we may now take up Item No.2 regarding consideration of the resolution moved by Syed Sughra Imam on 13th January, 2014. Since the Senator is not present, therefore, the Item is deferred.

We may now take up Item No.3 regarding consideration of the resolution moved by Mr. Karim Ahmed Khawaja on 3rd February, 2014.

راجہ صاحب! اس معاملے پر شاید آپ نے اور لیڈر آف دی اپوزیشن نے ایک دوسرے سے consult کرنا تھا۔

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: ہم نے یہی کیا تھا کہ اس پر دیگر پارٹیوں سے صلاح مشورہ کر کے پھر دوبارہ اسے یہاں لایا جائے۔

Mr. Acting Chairman: So, we defer it. Item No.4 is a resolution by Senator Tahir Hussain Mashhadi. He is not present, so, the item is dropped. Item No.5 stands in the name of Mr. Muhammad Mohsin Khan Leghari. Please move the resolution.

سینیٹر محمد محسن خان لغاری: جناب چیئرمین! میری request ہے کہ اسے فی الحال defer کردیں، اس کو بعد میں دیکھ لیں گے۔

Mr. Acting Chairman: So, we defer it. Item No.6 stands in the name of Col. (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi *sahib*. He is not present, so, we defer it. Item No.7 stands in the name of Col. (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi *sahib*. He is not present, so, we drop the item.

We now take up Item No.8 regarding further discussion on the motion moved by Mian Raza Rabbani on 11th February, 2014. I now give floor to Shahi Syed *sahib*.

Further Discussion on Commenced Motion under Rule 218 on Privatization Policy of the Government

سینیٹر شاہی سید: شکریہ چیئرمین صاحب۔ سب سے پہلے سوال یہ ہے کہ ہم privatization سے کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ باوجود کوشش کے مجھے آج تک privatization policy کے کوئی defined objectives یا اس کے حصول کے لیے کوئی active mechanism سمجھ میں نہیں آیا۔ ریکارڈ پر عملاً موجود position یہ ثابت کرتی ہے کہ ہم ریاستی اداروں کو بیچ کر صرف اور صرف پیسا کمانا چاہتے ہیں اور یہ پیسا قومی خزانے کے لیے کم اور اپنی جیبوں کے لیے زیادہ ہوگا۔ انتہائی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ قیمتی ریاستی اثاثوں کو اونے پونے داموں خریدنے کے لیے ایک ہی جیسے لوگ ہوتے ہیں، بیچنے والا اور خریدنے والا ایک ہی ہوتا ہے۔ یہ لوگ اپنی مرضی کی assessment کرتے ہیں، اپنی مرضی کی قیمت مقرر کرتے ہیں، اپنی مرضی کی شرائط بھی رکھتے ہیں اور اس کو ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں دے دیتے ہیں۔

دنیا میں privatization کے مقاصد متعین ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے ان کے لیے ایک شفاف اور صاف نظام ہوتا ہے، پھر ان مقاصد کے حصول کے لیے ایک موثر نظام ہوتا ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے ملک میں یہ تینوں چیزیں نہیں ہیں۔ میری معلومات کے مطابق پچھلے ادوار میں 32 ٹیکنیکل ادارے بیچ دیے گئے جس میں National Fiber Limited بھی شامل تھا۔ اس میں سات ہزار ملازمین کام کررہے تھے، آج اس کا گیٹ بند ہے۔ اسی طرح پی۔وی۔سی، گھارو تھا جس میں تین ہزار ملازمین کام کررہے تھے، آج اس کا بھی گیٹ بند ہے۔ ان 32 اداروں میں سے 26 ادارے ایسے ہیں جن کے گیٹ آج بھی بند ہیں۔

ماضی قریب میں دو بڑے ادارے، کراچی الیکٹرک سپلائی کارپوریشن اور پی۔ٹی۔سی۔ایل privatize کیے گئے۔ KESC کی کہانی مجھے تو کم از کم زبانی یاد ہوگئی کہ privatization کرنے کے بعد بھی اسے bailout package کے لیے اربوں روپے دیے گئے۔ میں نے جب اس سلسلے میں کاغذات اسٹینڈنگ کمیٹی اور سب کمیٹی میں دیکھے، جن کی رپورٹ ہم نے اس معتبر ہاؤس میں جمع بھی کی ہے، وہ پیسے جو 52 ارب، 44 ارب اور 72 ارب بنتے ہیں، اگر میں واقعتاً physically اور ground پر یہ نوٹ دیکھ لیتا تو میں بے ہوش ہوجاتا۔ جو بھی پیکج ہے، وہ اربوں میں ہے۔ یہاں لوگ سو سو، دو دو سو روپے کے

لیے مر رہے ہیں۔ ان privatize کیے ہوئے اداروں کو اربوں روپے دیے گئے، اسی طرح پھر ان کے amendment agreements ہیں جن میں Government of Pakistan اس company کے loses, damages and claims کی بھی جوابدہ ہے۔ PTCL سے آج بھی 800 million dollars لینے ہیں اور ہم IMF سے مانگ رہے ہیں۔ یہ پیسے پچھلے نو دس سالوں سے ان کے پاس ہیں، اگر آپ ان پیسوں پر mark up بھی لگائیں تو کم از کم دس ارب روپے بن جاتے ہیں۔ PTCL جو اُس وقت ایک profitable ادارہ تھا، اس کی سالانہ income بتیس ارب روپے تھی، آج اس کی آمدنی آٹھ ارب روپے پر آگئی ہے۔

جناب چیئرمین! ہمارے ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے۔ اس میں نہ تو صحیح اسلامی قانون نافذ ہوا، نہ آج تک صحیح جمہوری نظام نافذ ہوا اور نہ ہی یہ پاک ہوا۔ اسی طرح ہمارے ملک کا تصور ایک welfare state کا تھا، لگتا ہے کہ وہ بھی ختم ہو گیا، welfare state کی بجائے یہ ایک commercial state ہے۔ کچھ ادارے فلاح و بہبود کے ہوتے ہیں، وہ no profit no loss پر چلانے پڑتے ہیں۔ میں یہ بات بھی بتانا چاہتا ہوں کہ ہماری قوم capable ہے، جب ہم کوئی کام کرنا چاہیں تو کرلیتے ہیں۔ آپ دیکھیں کہ ہم نے موٹروے بنائی، جب ہم نے چاہا تو ملک کو ایٹمی قوت بنا دیا، جب ہم نے چاہا تو سوات اور بونیر میں امن لے آئے، جب ہم نے چاہا تو NFC Award pass کیا، جب ہم نے چاہا تو 1973 کے آئین کو واپس اس کی اصل حالت میں بحال کیا۔ اگر ہم کرنا چاہیں تو ہم ان اداروں کو صحیح کرسکتے ہیں لیکن ہم نے یہ نہیں کرنا کیونکہ انہیں اُس نہج پر پہنچانا ہے کہ یہ فروخت ہوجائیں۔

جناب چیئرمین! ہمارے ملک میں ادیب رضوی جیسے، عبدالستار ایدھی جیسے اچھے لوگ موجود ہیں، یہ چیز ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ ہم مشرف پر تو اعتراض کرتے ہیں کہ ایک طرف وہ شیروانی پہنتے تھے اور دوسری طرف وردی میں آتے تھے لیکن اس جمہوری حکومت میں بھی اگر ایک وزیر جادو کی ٹوپی سر پر رکھ کر کبھی ایک وزارت سنبھالے، کبھی دوسری وزارت سنبھالے، وہ تین تین جگہوں پر چیئرمین بن جائے، وہ privatization کا بھی چیئرمین ہو، finance کا بھی چیئرمین وہی ہو تو آخر کیا ارادہ ہے؟ جناب والا! ہمیں ان اداروں کی privatization پر اعتراض نہیں ہے بلکہ اس کے طریقہ کار پر اعتراض ہے۔ ان اداروں میں ہزاروں لوگ کام کر رہے ہیں، PIA اور پاکستان اسٹیل ملز کو privatize کرنا ہے تو انہیں کردیں لیکن اس کے لیے کوئی مقاصد متعین کریں، ان لوگوں کے روزگار

کو safe کریں کیونکہ کسی بھی ملک کی حکومت کا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ عوام کو روزگار، صحت، تعلیم اور سفری سہولیات کی فراہمی یقینی بنائے، عوام کو روزمرہ کی سستی اور معیاری چیزیں مہیا کرے۔ ہمارا ملک ایک زرعی ملک ہے، زراعت میں انقلابی تبدیلی کی ضرورت ہے تاکہ ملک کے غریب کسانوں اور مزدوروں کو صحت، تعلیم اور سفری سہولیات میسر آسکیں۔

جناب چیئرمین! میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ ایک ہی وقت میں جب بیچنے والا اور خریدنے والا ایک ہو تو وہاں انصاف کی کیا توقع ہو گی؟ میں یہ بات بھی record پر لانا چاہتا ہوں کہ ایک talk show میں ایک anchor نے Chairman Privatization Commission سے پوچھا کہ آخر آپ کو privatization کرنے کی اتنی جلدی کیوں ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں ڈر ہے کہ پیپلز پارٹی کی حکومت دوبارہ آگئی تو یہ ادارے غرق ہو جائیں گے، ہم اس ڈر کی وجہ سے جلدی کر رہے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ پاکستان کو طالبان سے خطرہ دیکھ کر اسے بیچ دو کا نعرہ نہ لگا دیں۔ خدارا! اتنا بھی نہ ڈریں۔

جناب چیئرمین! میں کہنا چاہتا ہوں کہ ہمیں privatization پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ایک آدمی کسی کے پاس گیا کہ ہمارے ہاں مہمان آئے ہوئے ہیں، مجھے ایک چارپائی دے دیں تو اس آدمی نے کہا کہ میرے گھر میں صرف دو چارپائیاں ہیں، ایک پر میں اور میرا بیٹا سوتے ہیں جبکہ دوسری چارپائی پر میری بیوی اور بہو سوتی ہیں۔ اس نے کہا کہ چارپائی بھاڑ میں جائے اپنا لیٹنے کا طریقہ صحیح کرو۔ ہمیں privatization پر کوئی اعتراض نہیں ہے، ہمیں اس ملک کو لوٹنے پر اعتراض تھا، اعتراض ہے اور رہے گا۔ ہم خدا کا واسطہ دیتے ہیں کہ ان اداروں میں ہمارے ہی غریب پاکستانی بچے مزدوری کر رہے ہیں۔ ٹی وی پر olx.com کی ایک اشتہاری مہم چلتی ہے جس میں دکھایا جاتا ہے کہ گھر کا سب فرنیچر بیچا جا رہا ہوتا ہے، آخر میں باپ کی نشانی ایک موٹر سائیکل رہ جاتی ہے جب اس کی قیمت ستر ہزار روپے لگتی ہے تو آواز آتی ہے کہ بیچ دو، مجھے یہ ڈر ہے کہ بیچ دو کی آواز نہ آجائے۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شاہی سید صاحب! آپ کے شعری ذوق پر مشاہد اللہ خان کو بہت اعتراض ہے۔ جناب محسن لغاری صاحب۔

سینیٹر محمد محسن خان لغاری: شکریہ، جناب چیئرمین! privatization ایک ایسا issue ہے جو آج دنیا میں سب سے زیادہ passionate debate سامنے لاتا ہے۔ اس کے حق میں اور اس کے خلاف دونوں طرف بڑی جذباتی باتیں ہوتی ہیں۔ میں آپ کے توسط سے اس ایوان کے سامنے کچھ اعداد و شمار رکھنا چاہتا ہوں اور پھر ہم دیکھیں گے کہ ہمیں اس بارے میں کیا کرنا چاہیے؟ ایک اندازے کے مطابق پاکستان کی state owned enterprises میں سالانہ پانچ سو ارب روپے کا نقصان ہو رہا ہے، 500 billion rupees per year. یہ اتنا بڑا number ہے جو میری سوچ سے بھی باہر ہے، میں نے اسے آسان کرنے کے لیے تقسیم کیا تو 1.5 billion rupees a day, یہ number بھی مجھے بہت بڑا لگا، میں نے سوچا کہ اسے مزید چھوٹا کروں کہ میری محدود عقل اسے سمجھ سکے۔ جب ہم اسے مزید تقسیم کرتے ہیں تو 57 million rupees per hour بنتے ہیں۔ 500 billion rupees a year, which translates into 1.5 billion rupees a day, which translates into 57 million rupees an hour اور جب ہم اس کو اپنے پورے ملک کی آمدنی کے ساتھ دیکھیں تو یہ ہمارے ملک کے net revenue receipt کا 26% ہے۔ اب ہمیں سوچنا یہ ہے کہ ہم سالانہ پانچ سو ارب روپے کا نقصان کرتے ہوئے ملک کو کیسے آگے لے کر جا سکتے ہیں؟ اس پانچ سو ارب روپے کا بہتر استعمال کیا ہو گا؟ کیا یہ پانچ سو ارب روپے state owned enterprises کے نقصان کو پورا کرنے کے لیے لگا دینے ہیں یا ان پیسوں کے ساتھ ہم نے نئے اسکول بنانے ہیں، نئے ہسپتال بنانے ہیں، ہم نے پینے کے لیے پانی فراہم کرنا ہے، ہم نے نئی سڑکیں بنانی ہیں، آج کل بجلی کا بحران سب سے زیادہ ہے تو کیا ہم نے اس معاملے کو address کرنا ہے، اپنی transmission lines کو بہتر کرنا ہے، اپنے grid stations کو بہتر کرنا ہے یا یہ پانچ سو ارب روپے ہم نے ان گھاٹے میں جانے والی state owned enterprises کے لوگوں کو دیتے ہی رہنا ہے؟ ہم ایک cycle کے اندر پھنسے ہوئے ہیں اور اس سے نہیں نکل رہے۔

جناب چیئرمین! privatization ایک ایسا عمل ہے جو صرف پاکستان میں نہیں ہو رہا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ 1980s میں اس کی pioneer Margaret Thatcher تھیں، انہوں نے برطانیہ میں یہ اہم قدم اٹھایا، ان کے خلاف بھی بہت شور شرابہ مچایا گیا اور انہیں بھی اپوزیشن ملی۔ آج دنیا میں دس ہزار سے زیادہ state owned enterprises privatize ہو چکی ہیں۔ Privatization میں کوئی خرابی، کوئی برائی اور کوئی قباحت نظر نہیں آتی مگر efficient use of resources سب سے

اہم چیز ہے جسے ہم نے دیکھنا ہے۔ اگر ہم اپنے ملک میں دیکھیں تو پتا چلتا ہے کہ ہمارے ملک کی state owned enterprises اتنی بڑی ہو کیسے گئیں ۔ تھوڑا سا ہم تاریخ کو دیکھتے ہیں کہ جب پاکستان بنا تو اس وقت non–agricultural labour ایک فیصد سے بھی کم تھی اور 99% labour class agriculture سے منسلک تھی۔ ہندوستان کی تقسیم کے بعد جب مغربی پاکستان اور مشرقی پاکستان بنے تو ہمارے ملک والا حصہ raw material produce کرتا تھا اور ہندوستان والے حصے میں تھوڑی بہت انڈسٹری تھی۔ پاکستان بننے کے فوراً بعد ایک تو حکومت کی طرف سے اور ہمارے entrepreneurs نے انڈسٹری کی طرف زور لگانا شروع کیا اور اپنے resources کا رخ انڈسٹری کی طرف موڑا کیونکہ حکومت کے پاس وسائل سب سے زیادہ ہوتے ہیں اس لیے حکومت کی انڈسٹریاں سب سے زیادہ لگیں اور industrialization حکومت کی support کے ساتھ ہوئی۔

پھر ہم نے دیکھا کہ 1970s میں دنیا میں جو nationalization کی wave چلی تو ہم نے private enterprises کو بھی nationalize کر کے state owned enterprise کا دائرہ کار اور بڑھا دیا۔ ہم نے دیکھا کہ وہ ادارے جہاں پر professional businessmen or entrepreneur skills والے لوگ بیٹھ کر ادارے چلا رہے تھے وہاں بھی bureaucracy آگئی اور ان bureaucrats نے ادارے چلانے شروع کیے جن کو business کا کوئی exposure نہیں تھا۔ اس طرح آہستہ آہستہ ان اداروں کے اندر inefficiencies آنی شروع ہو گئیں۔ ایک blame یہ بھی ہے کہ ان اداروں میں نوکریاں دینے کے لیے اور ان کی purchases and sales میں political interference شامل ہو گئی۔ اس طرح وہ نفع بخش ادارے آہستہ آہستہ نقصان میں جانا شروع ہو گئے۔ پھر ہم نے دیکھا کہ ان میں state کا اتنا زیادہ عمل دخل ہو گیا کہ large scale manufacturing سے لے کر government transport, GTS جیسے سارے ادارے جو حکومت کے اختیار میں تھے وہ سب inefficiently run ہو رہے تھے اور وہ ادارے جن کو ملکی exchequer میں contribute کرنا چاہیے تھا، ملک کو پیسے کما کر دینے تھے وہ ملک کے resources پر drain کرنے لگے جس سے تمام ملک suffer کر رہا تھا۔ اس سے چند ہزار لوگ تو شاید فائدہ اٹھا رہے تھے لیکن ہماری بیس کروڑ آبادی کو ان پانچ سو بلین سالانہ کا بہتر استعمال چاہیے نہ کہ inefficient units کو support کرنے کے لیے ہمارے وہ پیسے خرچ ہوں۔

ہمارے ملک میں جو privatization ہوئی اس کے ہمیں خاطر خواہ نتائج نہیں ملے کیونکہ ہم نے دیکھا کہ privatization سے پہلے اور اس کے بعد جو steps لینے ضروری تھے وہ نہیں لیے گئے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ جی، وقت کا تھوڑا خیال رکھیں۔

سینیٹر محمد محسن خان لغاری: میں ختم کردیتا ہوں، میرا تو خیال تھا کہ یہ اہم issue ہے اس لیے اس پر تفصیل سے بات کرنے کی ضرورت ہے۔

Mr. Acting Chairman: Leghari *sahib*, you are a spell binder but please be short.

سینیٹر محمد محسن خان لغاری: مجھے بتادیں کہ کتنا وقت لوں۔

Mr. Acting Chairman: Please go ahead.

سینیٹر محمد محسن خان لغاری: جناب، ملک میں ہونے والی privatization کے جو نتائج ہم نے دیکھے ہیں، ابھی شاہی سید صاحب نے بھی کچھ اداروں کا نام لیااور میرے پاس بھی ایک لسٹ ہے جن میں نیا دور موٹرز، ڈنڈوت سیمنٹ، زیل پاک سیمنٹ، نیشنل سیمنٹ، جنرل فیکٹریز، پاک پی وی سی، سوات Elutriation، نوشہرہ پی وی سی، نوشہرہ کیمیکلز، پاک چائنا فرٹیلائزر، کراچی پائپ ملز، میٹروپولیٹن سٹیل، پاک سوچ کیئر، کوالٹی سٹیل، انڈس سٹیل، فضل ویجیٹیبل، ہری پور ویجیٹیبل، خیبر ویجیٹیبل، سورج گھی ملز، حیدری ویجیٹیبل گھی وغیرہ، ان ساری کمپنیز کو ہم نے privatize کیا اور وہ بند ہو گئیں۔

لہٰذا privatization کرنے سے پہلے ہمیں ان چیزوں کو دیکھنا ہے کہ ان کی ہم نے evaluation کیسے کرنی ہے۔ اثاثوں کو بیچنا نہایت ٹیکنیکل کام ہے اور ہمیں اس کے اندر اپنی strength بنانے کی ضرورت ہے اور ہمیں بہتر طریقے سے ان کی evaluation کرنی ہے۔ ہم نے ایک اور جو کام کیا ہے وہ یہ ہے کہ کوٹ ادو پاور پلانٹ (KAPCO) کو ہم نے privatize کیا اور اس وقت جو بجلی کا یونٹ ہم ڈھائی سینٹ میں بنارہے تھے، اس کو privatize کرکے اسی کمپنی سے پہلے 5.6 اور پھر 4.9 پر بجلی لینی شروع کردی۔ جب ہم نے یوبی ایل کو privatize کیا تو ہم نے

اس میں تیس ارب ڈالے کہ اس کے bad debts portfolio ٹھیک کریں جس کو ہم نے پھر 12.35 billion میں بیچ دیا، تیس ارب ڈالا اور 12.35 ارب میں بیچ دیا۔

جناب والا، privatization کرنے سے پہلے کے عمل کو مد نظر رکھنا ہوگا۔ ہماری regulatory bodies کو strong ہونے کی ضرورت ہے۔ ہمارے پاس evaluation کا بہتر طریقہ ہونا چاہیے۔ اس وقت تو میں دیکھ رہا ہوں کہ ہماری حکومت کے پاس privatization کی full fledge ministry بھی نہیں ہے۔ عجلت میں ایک Privatization Commission/ Board بنایا گیا ہے جس میں محمد زبیر خان صاحب، فاروق خان صاحب، منیر کمال صاحب، چوہدری عارف سعید صاحب، ظفر اقبال سبحانی صاحب، ارسلا خان ہوتی اور نصیر الدین احمد صاحب ہیں۔ میری اطلاع کے مطابق، میں غلط بھی ہوسکتا ہوں، ان میں سے کوئی بھی professionally competent نہیں ہے۔ یہ کاروباری لوگ ہیں، businessmen ہیں لیکن کیا وہ ان کی evaluation بھی کرسکتے ہیں۔ کیا ان کے پاس یہ expertise ہے یا Privatization Commission کے پاس یہ expertise ہے کہ وہ running businesses کی evaluation کریں۔ جناب، evaluation کرنا بڑا technical کام ہے۔ کچھ لوگ ان کے assets کو دیکھنا شروع کرتے ہیں کہ اس ادارے کی اتنی زمین ہے، زمین کی قیمت اتنے روپے فی کنال ہے۔ ایک طریقہ کار وہ ہے جو businesses evaluate کرنے کے لیے استعمال نہیں ہوتا۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس کمپنی کی balance sheets دیکھی جاتی ہیں کہ ان کے کیا profits ہیں، کیا running ہیں، کیا tax paying ہے اور اس کی profitability دیکھی جاتی ہے۔ Businesses evaluate کرنے کے بہت سے طریقے ہیں کوئی ایک طریقہ نہیں ہوتا۔

میرے لیے جو بڑے concern کی بات ہے جو میں آپ کے توسط سے ہاؤس کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں ۔ Privatization کرنے والی companies کی لسٹ میں سے منافع بخش اداروں میں او جی ڈی سی نے پچھلے سال 363 billion rupees کمائے ہیں۔ پاکستان پٹرولیم کو بھی 163 billion کا فائدہ ہوا ہے۔ پاکستان سٹیٹ آئل ملک کی 500 companies میں سے ایک کمپنی ہے اور ہم اس کو بھی privatize کرنے جارہے ہیں۔ جناب، جو companies نقصان میں جا رہی ہیں ان کو بیچنے کی توجہ نظر آتی ہے۔ نقصان بھی اتنے زیادہ ہیں کہ ان نقصانات کی وجہ سے ہماری معیشت کی کمر ٹوٹی جارہی ہے لیکن judiciously privatize کرنا ہے اور ان کو properly evaluate

کر کے privatize کرنا ہے اور transparent طریقے سے کرنا ہے، privatize کرنا ہے مگر صحیح طریقے سے کرنا ہے۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: مشاہد اللہ صاحب۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بہت شکریہ جناب! کافی دنوں سے بہت اہم موضوع privatization پر گفتگو ہو رہی ہے۔ بہت سی گفتگو ہم سن چکے ہیں۔ ویسے تو اس پر بہت زیادہ بحث و مباحثے کی ضرورت اس لیے نہیں ہے کہ اس ایوان میں بیٹھی ہوئی تمام پارٹیوں کے منشور میں ہے اور مختلف اوقات میں ان کی leadership نے بھی عملی طور پر جب وہ حکومتوں میں رہے، انہوں نے privatization کا عمل کیا ہے۔ میں بیٹھا ہوا سوچ یہ رہا تھا کہ ہمیں کم ازکم ایک کام ضرور کرنا چاہیے کیونکہ privatization ایک قومی مسئلہ ہے جس پر ہمیں اتفاق اور اتحاد کے ساتھ آگے بڑھنا چاہیے۔ اس میں point scoring نہیں ہونی چاہیے۔ یہ نہ ہو کہ جب آدمی اپوزیشن میں ہو تو کچھ بات کرے اور حکومت میں ہو تو دوسری بات کرے۔ میرا خیال ہے کہ یہ مناسب طریقہ کار نہیں ہے۔

بات یہ ہے کہ جب میں تقاریر سن رہا تھا خاص طور پر پیپلز پارٹی والے ہمارے بھائیوں کی، تو سوچ رہا تھا کہ پاکستان میں پہلی privatization policy February,1994 میں پیپلز پارٹی نے دی تھی، کسی اور پارٹی نے نہیں دی تھی۔ اگر وہ کہیں گے تو ہم وہ پوری پالیسی بھی لا کر دکھا سکتے ہیں، ٹھیک ہے؟ پھر اس کے بعد مختلف مراحل میں مختلف باتیں ہوتی رہی ہیں اور پیپلز پارٹی کے منشور میں آج بھی یہ لکھا ہوا ہے کہ ہم پوری economy کو privatize کریں گے۔ اب اس کے بعد آکر یہ کہنا مناسب نہیں کہ جناب یہ نہیں ہونا چاہیے اور وہ نہیں ہونا چاہیے۔ ٹھیک ہے اگر ان میں کہیں مسائل ہیں تو وہ اپوزیشن کا حق ہے، کہیں کوئی ایسی بات ہے جو ان کی نظر میں شفاف نہیں ہے اس پر ضرور بات کریں اور حکومت نہ صرف ان کی بات سنے گی بلکہ جو جائز بات ہوگی اس کو تسلیم بھی کریں گے اور ہم اپنے آپ کو mend کرنے کو بھی ہر وقت تیار ہیں۔ اب اس وقت ہمارے بھائی رضا ربانی صاحب نہیں ہیں، وہ حسب منشا بہت زیادہ کر رہے تھے تو میں یہ سوچ رہا تھا کہ یہ جو منشا صاحب ہیں یہ کوئی چھ مہینے پہلے پیدا ہوئے ہیں۔ ان کے تو زرداری صاحب سے بھی بہت ہی اچھے تعلقات تھے۔ ان کے پرویز مشرف صاحب سے بھی بہت اچھے تعلقات تھے اور اگر ان کا نام اتنا ہی برا لگتا ہے تو پچھلے پانچ سال میں

ان کے ساتھ کچھ کرنا چاہیے تھا۔ ان کے پانچ سال کے bills آپ نے نہیں دیے ہیں ہم دے رہے ہیں تو کہا جا رہا ہے کہ فائدہ پہنچا رہے ہیں۔ بھئی آپ ان سے بجلی نہ خریدتے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ نے ان کے حسب منشا سے کیا مراد لیا ہے؟

سینیٹر مشاہد اللہ خان: میں نے جو مراد لیا ہے وہ آپ اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ اب تو آپ کے سمجھنے کا وقت ہے۔ ابھی کوئی زیادہ وقت نہیں گزرا۔ ابھی تو آپ اس طرح کے سوال نہ کریں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: میرے سمجھنے کا وقت تو ابھی آئے گا لیکن اس وقت آپ سمجھداری کی بات کریں۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: میں تو سمجھداری کی بات کروں گا اگر نہیں کروں گا تو آپ مجھے روک لیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ حسب منشا کسی شخص کا نام ہے؟

سینیٹر مشاہد اللہ خان: حسب جو ہے وہ کسب سے نکلا ہے۔ حسب نسب سے بھی نکلا ہے۔ ٹھیک ہے۔ پھر حسب نسب والے کا کسب دیکھا جاتا ہے۔ پھر کسب کے بعد اس کا نام آتا ہے۔ ٹھیک ہے۔ انہوں نے حسب منشا کی بھی بات کی ہے اور خالی منشا کی بھی بات کی ہے۔ اب منشا کسی نام کے لیے کر رہے تھے تو منشا اللہ بٹ بھی ہیں۔ ایک منشا صاحب اور بھی ہیں جو IPPs کے مالک ہیں اور وہ زرداری صاحب کے بڑے دوست تھے اور بڑے غریب تھے اور وہ ہر ایک کے قریب ہوتے ہیں۔ میں یہی کہہ رہا ہوں کہ ایسا لگتا ہے کہ جیسے 8 مہینہ پہلے ان کی ولادت ہوئی ہے اور جو سارا ہوا ہے وہ انہی 8 مہینوں میں ہوتا رہا ہے۔ تو بھئی بات یہ ہے کہ اگر وہ اتنے برے لگتے ہیں تو پانچ سال آپ نے ان سے بجلی کیوں خریدی تھی؟ کہتے کہ ہم آپ سے بجلی نہیں خریدتے۔ خرید بھی لی اور اس خریداری میں آپ نے پتا نہیں کیا کیا ہے اور bill بھی نہیں دیا ہے۔ ہم بل دے رہے ہیں۔ ہمارا تو شکر گزار ہونا چاہیے آپ کو، اس پر بھی اگر شکر گزاری نہیں ہے تو point score تو نہ کریں۔ میں تو صرف اتنی سی گزارش کر رہا ہوں۔

اس کے علاوہ یہاں پر بات ہوئی کہ منافع بخش ادارے OGDC اور فلاں فلاں فروخت کیے جا رہے ہیں۔ بالکل فروخت نہیں کیے جا رہے ہیں۔ میں خود اس کے خلاف ہوں کہ کوئی منافع بخش ادارہ جو حکومت کو revenue کما کر دے رہا ہے اس کو بیچنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہیں بیچے جائیں

گے۔ آپ دیکھ لیجیے گا۔ کبھی کبھار ایسی ضرورت پڑ جاتی ہے ایک دو فیصد share بیچنے کی تو یہ ایک routine کی بات ہے، revenue جب کم ہو۔ 8 billion dollar تو آپ IMF سے لے کر بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم تو اس کو دے رہے ہیں۔ ہم تو یہ کہہ نہیں سکتے کہ PPP نے لیے تھے تو ہم نہیں دیتے۔ حکومتوں میں ایسا ہوتا نہیں۔ پچھلی حکومت نے جو لیے تھے وہ بھی حکومت کے ہیں۔ ہم ہمیشہ یہی کام کرنے کے لیے رہ گئے ہیں کہ آپ لیتے ہیں اور ہم دیتے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: مشاہد صاحب! یہ آپ اور میں کی بات نہیں ہے۔ یہ State کی بات ہے۔ State کی اپنی responsibility ہوتی ہے۔ ایک Government اگر کوئی فیصلہ کرتی ہے پھر دوسری Government آتی ہے تو وہ اس کی ذمہ داری ہوتی ہے تو یہ کوئی personal معاملہ نہیں ہے۔ آپ اس کو broad base پر لے لیں۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: میں یہی تو کہہ رہا ہوں۔ دیکھیں ناں، قسمت کی بات ہے کہ آپ لینے والے ہیں اور ہم دینے والے ہیں۔ میں تو اتنی سی بات بتا رہا ہوں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ بڑے دیالو ہیں۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: میں بس اتنی سی بات بتا رہا ہوں۔ کبھی کبھار ایسا ضرور ہو جاتا ہے کہ ایک دو فیصد share بیچنے پڑ جاتے ہیں منافع بخش اداروں کے بھی، revenue کی کمی ہو یا کوئی اور مسئلہ ہو۔ بہت سارے مسائل حکومتوں میں پیدا ہوتے ہیں لیکن کوئی منافع بخش ادارہ انشاء اللہ فروخت نہیں کیا جائے گا۔ ایک بات۔

دوسری بات یہ ہے کہ کیا privatization حکومتوں کا کام ہے؟ اور پھر آپ مجھے بتائیں، کہ پچھلے پانچ سال کی میں بات نہیں کر رہا ہوں، پچھلے پندرہ سال کی بات آپ کر لیں کہ ان اداروں نے کیا کیا ہے؟ آج سٹیل ملز کے لوگوں کو تنخواہیں دینے کے لیے پیسے نہیں ہیں۔ اس کا کون ذمہ دار ہے؟ اس وقت کوئی بات نہیں کرتا جب وہاں پر صرف بھرتی ہو رہی ہو۔ بھرتی کرنا اچھی بات ہے۔ جس کی بھی بھرتی ہو بڑی ہی اچھی بات ہے۔ چاہے ان سے آپ نے پیسے لے کر بھرتی کیا ہو مجھے اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے اور شاید اس لیے ابھی بھی آپ کو یہ خوف ہو کہ اگر ان میں سے کوئی نکلا تو وہ آ کر ہم سے پیسے واپس مانگے گا۔ بات یہ ہے کہ آئندہ جو بھی ادارہ privatize ہوگا، ہم اس بات کو assure کریں گے کہ کوئی شخص اپنی نوکری سے نہ نکلے اور ان کے جو قانونی حقوق ہیں Industrial Relation

(IRO-1969) Ordinance کے تحت وہ سارے protect ہوں۔ پہلے بھی Golden Handshake کی سکیمیں آئی ہیں۔ پچھلے ادوار میں اداروں کو اس نہج پر پہنچایا گیا ہے کہ لوگ تو انتظار کر رہے ہیں کہ کوئی Golden Handshake کی سکیم آئے اور ہماری جان چھوٹے۔ انہیں معلوم ہے کہ اداروں کو برے طریقے سے لوٹا اور کھسوٹا گیا ہے، کھایا گیا ہے۔ جناب چیئرمین! میں آپ کو ایک بات بتاؤں کہ اس ملک میں جو لوٹ مار ہوئی ہے، میں نے کچھ documents دیکھے ہیں، میں ایک کمیٹی کا ممبر ہوں، اس ملک میں نہ FIA کے پاس، نہ نیب کے پاس اور نہ کسی اور ایجنسی کے پاس اتنے افراد ہیں کہ وہ ان چوروں اور ڈاکوؤں کو پکڑ سکیں جنہوں نے پچھلے ادوار میں اس بڑے پیمانے پر corruption کی ہے۔ میں صرف حکومت کی بات نہیں کر رہا ہوں، اس میں bureaucracy بھی ملوث ہے اور دیگر ادارے بھی ملوث ہیں۔ پچھلے پانچ چھ سال میں 25,30 ہزار ایسی سکیمیں شروع ہوئیں کہ جن میں سے تقریباً 90% اسکیموں میں لوگوں نے پیسے کھائے ہیں تو ان لوگوں کو پکڑ بھی نہیں سکتے ہیں۔ FIA کے پاس کتنے لوگ ہوں گے جو انہیں پکڑیں گے۔ جب پکڑنے کی بات ہو تو پھر کہا جاتا ہے کہ جناب ہم سے انتقام لیا جا رہا ہے۔ ٹھیک ہے، ہم نے اچھی جمہوریت کی خدمت کی ہے کہ 73 ارب روپے آپ کو اسکیموں کے لیے ملے ہیں اور 47 ارب کھا گئے اور باقی جو لگائے ہیں وہ بھی ایسے لگائے ہیں کہ in writing reports موجود ہیں کہ یہ کام اتنا خراب ہے کہ کسی بھی وقت یہ کام بند کرنے پڑ جائیں گے۔ جناب چیئرمین! بات یہ ہے کہ لوگوں کو سکیمیں چاہییں۔ پھر میں آپ کو ایک بات بتاؤں۔ اس دن رضا ربانی صاحب نے کہا یہ 1997 کی CCI میں ہوا ہوگا۔ تو ہم اس کو نہیں مانتے۔ یہ کتنی عجیب سی بات ہے۔ 1997 کی CCI اور آج کی CCI کے فیصلے تو فیصلے ہوتے ہیں۔ ابھی آپ فرما رہے ہیں کہ یہ State کی بات ہوتی ہے۔ تو کوئی ممبر کیسے کہہ سکتا ہے کہ اگر 1997 میں CCI نے کوئی فیصلہ کیا تھا تو ہم اسے نہیں مانتے۔ اچھا چلیں آپ نہ مانیں۔

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

آپ بڑے طاقتور لوگ ہیں۔ آپ مت مانیں لیکن 24 اپریل 2011 کو جو فیصلہ ہوا تھا اسے مانتے ہیں؟ اس کے بارے میں مجھے ذرا بتا دیں کہ اس وقت حکومت کس کی تھی؟ 24 اپریل 2011 کو PPP اور ان کے اتحادیوں کی حکومت تھی۔ اس وقت CCI نے کیا یہ فیصلے نہیں کیے تھے کہ 31 اداروں کو privatize کر دیا جائے۔ بھئی آپ اس وقت شور کرتے۔ اس وقت آپ نے کیوں شور نہیں کیا؟ آپ کہتے ہیں کہ یہ آپ غلط کر رہے ہیں، آپ لوٹ رہے ہیں، آپ غریبوں پر ظلم کر رہے ہیں۔ آپ آج

کہتے ہیں کہ مزدوروں کے ساتھ مل کر جلوس نکالیں گے۔ اس وقت جلوس کیوں نہیں نکالا تھا؟ فیصلہ تو وہی ہے۔ اس فیصلے میں آپ کے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح نہیں کرنا چاہیے۔ یہ قومی مسئلہ ہے۔ ملک کے جو معاشی حالات ہیں مجھے بڑی خوشی ہے کہ میاں نواز شریف صاحب اور آصف زرداری صاحب نے تھر میں جو افتتاح کیا، یہی سپرٹ چاہیے اور اسی سپرٹ کو نچلی سطح پر بھی رہنا چاہیے۔ کچھ issues ایسے ہیں جن کو ہم نے قومی مسئلہ سمجھ کر حل کرنا ہے۔ اگر ماضی میں کہیں غلطیاں ہوئی ہیں تو ان غلطیوں کی بنیاد پر ہم نے اڑے نہیں رہنا۔ آج بھی اگر کہیں پر better sense prevail کر رہا ہے تو اس سے ہمیں فائدہ اٹھانا چاہیے اور ایک بڑا اچھا message دنیا بھر میں گیا جب تھر میں دونوں بڑے لیڈروں نے جا کر افتتاح کیا یہی صورت حال ہمیں ان ایوانوں میں بھی رکھنی چاہیے۔ Point scoring کے لیے یا لوگوں کو ورغلانے کے لیے، لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے کیا جاتا ہے کہ اس ملک کے مزدوروں کے ساتھ تو بڑی زیادتی ہوئی ہے، میں اس کی تاریخ جانتا ہوں کہ کس دور میں زیادتی ہوئی، کس میں نہیں ہوئی، کس دور میں مزدور لیڈروں کو جیلوں میں ڈالا گیا؟ کس دور میں سب سے پہلے مزدور یونین پر پابندی لگائی گئی، کس دور میں اس ملک کے اداروں کی لوٹ مار کے لیے، مزدوروں کو نہ صرف جیلوں میں ڈالا گیا بلکہ ان کو ہلاک کیا گیا۔ میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔ اگر مزدوروں کا غم پچھلے پانچ سالوں میں لوگوں کے ذہن میں ہوتا تو سٹیل ملز کی آج یہ صورت حال نہ ہوتی۔ 2008 میں سٹیل ملز کی کیا صورت حال تھی؟ کیا وہ منافع میں نہیں تھی؟ کیا لوگوں کو تنخواہیں نہیں مل رہی تھیں؟ پانچ سال ختم ہوتے ہیں تو ان کا blast furnace نہیں ہوتا، ان کے پاس تیل کے پیسے نہیں ہوتے، اس کا کون ذمہ دار ہے۔ بھئی بات یہ ہے کہ اس وقت سوچنا تھا، لیکن مشغول بہت تھے، بڑی محنت اور خلوص سے ایک مخصوص ہدف حاصل کرنا تھا اور وہ کچھ لوگوں نے حاصل کر لیا۔ اس ملک کے عوام حیران و پریشان دیکھتے ہی رہ گئے کہ یا الٰہی یہ ماجرہ کیا ہے۔ ہم نے تو اس لیے منتخب کیا تھا کہ مزدوروں کی پارٹی ہے، مزدوروں کو مضبوط کریں گے، مزدوروں کی خدمت کریں گے، لوگوں کی تنخواہیں بڑھائیں گے، ان کے فوائد بڑھائیں گے لیکن اس وقت کوئی خیال نہیں آیا۔ جناب والا! یہ ملک جو اس وقت کھوکھلا ہوا ہے، ہماری تو حکومت 1999 کے بعد اب آئی ہے، ہمارا تو اس سے کوئی تعلق نہیں ہے، کچھ پرویز مشرف نے تباہی پھیلائی۔ پرویز مشرف کا احتساب کرنے کی کسی کو جرأت نہیں ہوئی، اس کا تو 2008 میں آ کر احتساب کرنا چاہیے تھا۔ تم نے اس ملک کے ساتھ کیا کیا؟ تم نے اس ملک کے اداروں کے ساتھ کیا کیا؟

شوکت عزیز کئی سو ارب لوٹ کر لندن میں بیٹھا ہوا ہے؟ پرویز مشرف کے اثاثوں کے بارے میں کسی نے پوچھا؟ نہیں پوچھا اس لیے کہ حسب منشا ہی نہیں تھا، اس وقت حسب منشا کچھ اور ہی تھا۔

جناب والا! لوگ تو اس وقت مطالبہ کرتے رہے کہ چلو! اس کی بداعمالیوں کو چھوڑ دیں، اس کی لوٹ کھسوٹ کو چھوڑ دیں، آپ کی لیڈر کا قاتل ہے کہیں تو جا کر اس کو پکڑیں، نہیں۔ ہم نے کہا تھا ہم اس پر Article 6 لگائیں گے، لگا کر دکھایا ہے یا نہیں دکھایا، کسی کو جرات ہوئی تھی آج تک؟ اس کے بعد اگلے پانچ سال آجاتے ہیں، ان پانچ سالوں میں جو کچھ ہوا اس کو تو بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ دنیا کو پتا ہے، میڈیا نے ہر چیز بتائی ہے لیکن مجھے افسوس یہ ہو رہا ہے کہ لوگ بالکل (عربی) تھے پچھلے پانچ سالوں میں اور آج بڑی بڑی باتیں کر رہے ہیں، آج مزدور کا درد سینے میں اٹھ رہا ہے، بھئی یہ درد پہلے اٹھنا چاہیے تھا۔ آج سٹیل ملز prosperous ہوتی، اس میں سٹیل بنانے کی صلاحیت کئی ہزار ٹن بڑھ چکی ہوتی، تب آپ بات کرتے کہ بھئی ہم نے تو ایسا چھوڑا تھا آج تباہ کر دیا گیا۔ آپ تو تباہی و بربادی کے ذمہ دار ہیں۔

جناب والا! پی آئی اے کو دیکھ لیں، پی آئی اے دنیا کی بہترین ائرلائن تھی لیکن بتدریج لوٹ مار کی گئی، ان اداروں کو جاگیر سمجھا گیا اور آج بھی کچھ لوگوں کی یہ خواہش ہے کہ یہ جاگیریں ان کی قائم رہیں تاکہ آئندہ بھی وہ ان اداروں کو لوٹیں، کوئی پوچھنے والا نہیں ہے، اس وقت پی آئی اے کا درد کسی کو نہیں آیا۔ ایسے ایسے لوگوں کو رکھا گیا، ایسے ایسے ایم ڈی بنائے گئے، ایسے ایسے ڈی ایم ڈی بنائے گئے، ایک ایم ڈی پیپلز پارٹی نے ایسا لگایا کہ جس کے خلاف پیپلز پارٹی کو باہر نکلنا پڑا، ان کی یونین کو باہر نکلنا پڑا۔ نہ قابلیت دیکھی، نہ میرٹ دیکھا، ایسے ایسے انجینئر لگائے، ایسے ایسے technician لگائے جو technician بھی نہیں تھے اور انجینئر بھی نہیں تھے تو پی آئی اے کی تباہی تو ہونی تھی۔ اس کے ذمہ داروں کا تعین کرنا کوئی مشکل کام تو نہیں ہے لیکن یہ درد وقت پر نہیں اٹھتا، وقت پر اٹھتا تو ہم ساتھ دیتے۔ آج آپ point scoring کرنے کی بجائے ہمارا ساتھ دیں۔ ہم اس ملک کے گند کو صاف کرنا چاہتے ہیں جو پھیلایا گیا۔ ہم اس ملک کے وہ ادارے جن کو جاگیر سمجھ کر لوٹا گیا ان کی بہتری چاہتے ہیں۔ آج بھی خواہش ہے بہت سے لوگوں کی کہ جو ادارے کبھی سیاسی لوگوں کے ہاتھ میں رہے، کبھی بیوروکریسی کے ہاتھ رہے، مجھے بتائیں کہ ایک state owned organization اگر نقصان میں جا رہی ہے، اگر کوئی سیکرٹری بیٹھا ہوا ہے جس نے چھ مہینے رہنا ہے اس نے تو چھ مہینے کی پلاننگ کرنی ہے۔ جب چھ مہینے کے بعد دوسرا آتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ یہ میرے دور میں نہیں ہوا، اس وقت دکھ اور

درد تو ہوتا ہی نہیں۔ دنیا بھر میں جتنی معیشتیں آج developed ہیں وہاں پر کیا ہوا ہے، وہاں پر حکومتیں تو بزنس نہیں کر رہیں، اس میں کونسی ایسی بات کرنے کی ضرورت ہے لیکن بہت سی ایسی باتیں ہوئیں جو نہیں ہونی چاہیے تھیں۔ آج بھی بڑی بڑی باتیں کی گئیں کہ لوٹ لیا گیا، بھئی لوٹ کا لفظ تو آپ کی زبان پر آنا ہی نہیں چاہیے۔ آپ نے تو یہ ایجاد کیا اور ایجاد کرنے کے بعد بڑی عزت و احترام کے ساتھ اس کی لاج بھی رکھی ہے، بڑی محنت کی ہے، آپ کیسے کہہ سکتے ہیں۔ تباہی و بربادی ہر طرف نظر آرہی ہے، آج اگر میاں نواز شریف اور پی ایم ایل (ن) کی حکومت اس ملک کے اداروں کو ٹھیک کرنا چاہتی ہے، وہ چاہتی ہے کہ پی آئی اے کے جہاز عزت و وقار کے ساتھ دنیا کی فضاؤں میں اڑتے ہوئے نظر آئیں اور ان کے واش روم سے رستا ہوا پانی سیٹوں تک نہ آئے، ان کے کچن سے رستا ہوا پانی سیٹوں تک نہ آئے تو آپ کو تو ہماری مدد کرنی چاہیے۔ آج ہم چاہتے ہیں کہ اسٹیل ملز کا blast furnace ہو، وہاں پر لوگوں کو ہر مہینے وقت پر تنخواہیں ملیں، ہم یہ چاہتے ہیں آپ کو تو ہمارا ہاتھ بٹانا چاہیے۔ خرم دستگیر جو پھرتا رہتا ہے، کبھی انڈیا جاتا ہے، کبھی کدھر جاتا ہے یہ کس لیے جاتا ہے، بھیا یہ جو آپ نے وارداتیں ڈالی ہیں ان کو ٹھیک کر رہا ہے، گند صاف کر رہا ہے حالانکہ اس کا کام نہیں ہے، بڑی اچھی فیملی کا آدمی ہے لیکن اس ملک کی خاطر کرنا پڑ رہا ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: اب میرے خیال میں شعر پڑھ کر اس کو ختم ہی کر دیں۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: جناب والا! بات یہ ہے کہ اس کی زبان کو تالا لگا ہوا ہے۔ پچھلے پانچ سال لوٹ مار ہوئی ہے، اس کو سب پتا ہے، یہ بڑا تیز آدمی ہے، یہ نیچے سے اوپر آیا ہے، اس کو بات پہلے پتا لگتی ہے، ہمیں تو بہت بعد میں پتا لگتی ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: یہ بھی نیچے سے آیا ہے، میں بھی نیچے سے آیا ہوں، فرق مجھ میں اور اس میں اتنا ہی ہے کہ میں جو شعر پڑھتا ہوں وہ کتاب میں لکھے ہوتے ہیں، یہ رکشے اور بسوں پر لکھے ہوئے شعر پڑھتا ہے، بس یہی فرق ہے اور کچھ فرق نہیں ہے۔

سینیٹر شاہی سید: ہمارا تعلق ٹرانسپورٹ سے بھی ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: عوامی آدمی تو وہ ہوا، آپ تو نہیں ہوئے۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: لیکن اسے سب پتا تھا کہ پچھلے پانچ سالوں میں کیا ہوا ہے۔ اس ملک میں کیا ہوا، KPK میں کیا ہوا لیکن یہ خاموش بیٹھا رہا اب کہتا ہے کہ لوٹ مار نہیں ہونے دیں گے، بھئی لوٹ مار ہو کون سی رہی ہے؟ لوٹ مار کرنے کے لیے آپ نے کچھ چھوڑا ہے؟ اگر کچھ چھوڑا ہوتا تو شاید کوئی سوچتا لیکن یہاں تو کچھ ہے ہی نہیں، یہاں پلے سے لگانے والی بات رہ گئی ہے۔

سینیٹر شاہی سید: بیچ دو۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: بیچ دیں گے، بیچنے کے بارے میں تو میں نے بتایا ہے، آپ غائب تھے، بیچیں گے، وہ چیزیں بیچیں گے جو نقصان میں جا رہی ہیں اور مزدوروں کو protect کریں گے، ہم مزدوروں کو جیلوں میں نہیں ڈالیں گے، ہم انہیں قتل نہیں کریں گے، ہم یونین پر پابندی نہیں لگائیں گے۔ یہاں پر آج بڑا درد اٹھتا ہے، اٹھنا چاہیے، یہ میرے سب بھائی ہیں، لیکن میں کہنا چاہتا ہوں اگر پچھلے پانچ سال میں درد اٹھتا تو بہت اچھا ہوتا۔ رضا ربانی صاحب کتنا بڑا آدمی ہے، کوئی معمولی آدمی تو نہیں ہے، چوہدری اعتزاز احسن بہت بڑا آدمی ہے لیکن آپ یہ دیکھیں کہ جب اپوزیشن میں ہیں تو ادھر ہیں، جب حکومت میں ہیں تو ادھر ہیں۔ مجھے ان دونوں سے گلہ ایک ہے، شاہی سید سے بھی گلہ ہے، حاجی عدیل صاحب سے بھی کیونکہ یہ بڑے focal لوگ ہیں، بڑی اچھی اچھی باتیں کرتے ہیں، انہوں نے گریبان نہیں پکڑا، انہیں پتا تھا کہ لوٹ مار ہو رہی ہے۔ انہیں پتا تھا کہ اس ملک کے اداروں کا یہ حال ہو گا کہ مزدوروں کو تنخواہیں نہیں ملیں گی۔ انہیں پتا تھا کہ پی آئی اے کے جہاز ٹھیک طریقے سے نہیں اڑ سکیں گے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: تبھی تو گریبان ان کا آپ کے ہاتھ میں ہے۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: دیوالیہ پن تک یہ ادارے آجائیں گے لیکن انہوں نے کہا کہ دب کے رکھو، دب کے رکھو، ہونے دیا۔

(مداخلت)

سینیٹر مشاہد اللہ خان: وہ ریٹائر ہونے والا ہے، کوئی آپ کی طرح جاہل نہیں ہے، پڑھا لکھا ہے۔ وہ تو آپ ریٹائر ہونے والا ہے، آپ نے سوچا کہ ابھی بھرتی کیا ہے۔

جاہل کو اگر جہل کا انعام دیا جائے گا
اس حادثہ وقت کو کیا نام دیا جائے گا

مہ خانے کی توہین ہے، رندوں کی ہتک ہے
کم ظرف کے ہاتھوں میں اگر جام دیا جائے گا۔

پانچ سال یہ ہوا ہے؟ جاہل کون ہوتا ہے؟ جاہل PhD کیا ہوا، پڑھا لکھا نہیں ہوتا۔ ایک ہوتا ہے عالم، ایک ہوتا ہے جید عالم، ایک ہوتا ہے جاہل، ایک ہوتا ہے جید جاہل، جید جاہل وہ ہوتا ہے جس کی آنکھوں کے سامنے کھلواڑ ہوتا ہے اور وہ آنکھیں موند کر بیٹھا رہتا ہے۔ جب وقت نہیں ہوتا تو پھر جاگتا ہے اور باتیں کرتا ہے۔ جناب چیئرمین! آپ کا بہت بہت شکریہ، آپ نے مجھے وقت دیا، آج اس بات کی ضرورت ہے، نواز شریف نے ہاتھ بڑھایا ہے، تھر میں گئے ہیں، ٹھیک ہے آپ نے جو واردا تیں ڈالی ہیں، وہ ڈالی ہیں، اللہ آپ کو پکڑے گا لیکن اس ملک کے ساتھ جو سلوک ہوا ہے اس کو ٹھیک کرنے میں ہماری مدد کریں۔

یہ عہد ستم سلسلہ وار کہاں تک
رستے میں اندھیرے کی یہ دیوار کہاں تک
اے صبح میرے دیس میں تو آ کر رہے گی
روکیں گے تجھے شب کے طرف دار کہاں تک

وہ صبح آئے گی، نواز شریف کی قیادت میں آئے گی، اس ملک کی معیشت ٹھیک ہو گی، اس ملک میں law and order ٹھیک ہو گا، اس دنیا کے نقشے پر پاکستان باوقار انداز میں اپنا کردار ادا کرے گا۔ ہم نے چھ مہینوں کے اندر اندر بتا دیا ہے کہ drone حملے کتنے ہوئے ہیں اور ماضی میں کتنے ہوتے تھے۔ ہم نے ہر چیز کو on task لیا ہے۔ پچھلے پانچ سال میں مذاکرات نہیں ہوئے لیکن پچھلے چند مہینوں میں ہم نے مذاکرات شروع کرا دیے ہیں۔ معیشت کو ٹھیک کرنے کے لیے دن رات کوششیں ہو رہی ہیں۔ اسحٰق ڈار نے کل سارے پاکستان میں ایک directory متعارف کرائی۔ میں آپ تمام لوگوں کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ یہ کام پہلے آپ بھی تو کر سکتے تھے لیکن کبھی سوچا ہی نہیں۔ ہم نے اپنی عزتوں کا بھی تو خیال نہیں کیا، اس لیے کہ ہمارے ہاتھ کرپشن کے لہو میں ڈوبے ہوئے تھے اور آنکھوں سے بھی خون نکل رہا تھا۔ آج اس نے یہ کیا ہے۔ یہ سارے کام collective کام ہیں۔ یہ قوم کا کام ہے، یہ پاکستان کا کام ہے اور PML(N) کا agenda ہی یہی ہے کہ قائداعظم کے پاکستان کو ہم نے ایک خوشحال پاکستان بنانا ہے اور اس ملک کے لوگوں کو جو لوٹا کھسوٹا گیا ہے، اس دولت کو واپس لا کر اس ملک کی معیشت کو ٹھیک کرنا ہے تاکہ اس ملک میں مہنگائی ختم ہو، بے روزگاری ختم ہو اور اس

ملک کے لوگوں کو دہشت گردی سے نجات ملے۔ انشاء اللہ وہ وقت بہت قریب ہے کہ جب یہ سارے اہداف اور مقاصد ہم حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ نے کہا قائداعظم کا پاکستان لیکن کامل علی آغا صاحب کہتے ہیں کہ قائداعظم کا پاکستان تو ہمارا ہے۔ جی کریم خواجہ صاحب اپنی motion move کریں۔

Motion under Rule 218: Increasing incidents of Cyber Crime in the Country

Senator Karim Ahmed Khawaja: Sir, I move the motion. The House may discuss the increasing incidents of Cyber Crimes in the country and the steps being taken by the Government to control the same.

Mr. Acting Chairman: The motion is moved.

اس پر discussion بعد میں ہو گی۔ جی طلحہٰ صاحب۔

Motion under Rule 218: Power Shortage in the Country and its subsequent effects on the economy

Senator Muhammad Talha Mehmood: Thank you very much sir. I move that the House may discuss the issue of power shortage in the country and its subsequent effects on the economy.

Mr. Acting Chairman: The motion is moved.

اس پر بھی discussion بعد میں ہو گی۔

The questions, resolutions, motions under Rule 60, motions under Rule 218, calling attention, notices and adjournment motions, notices of which were received for the current session but have not been taken up in the House will not lapse and will be carried forward for the next session.†

---

† *[The questions, resolutions, motion, calling attention notices and adjournment motions, notices of which were received for the current session will be carried forward for the next session by the order of Mr. Acting Chairman]*

I will now read out the prorogation order received from the President.

Prorogation Order

In exercise of the powers conferred by Clause 1 of Article 54 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, I hereby prorogue the Senate Session on the conclusion of its business on 17^{th} February, 2014.

Sd/-

(MAMNOON HUSSAIN)

PRESIDENT

(The House was then prorogued sine die)